www.naqshbandiaowaisiah.com

ماھنامہ
المرشد
لاہور

الله
رسول
محمد

اگست
2002ء

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ المُرشد لاہور

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ناظم اعلیٰ: کرنل (ر) مطلوب حسین نشرواشاعت: چودھری غلام سرور

اگست 2002ء (جمادی الاول/جمادی الثانی 1423ھ)

جلد نمبر 24 ✻ شمارہ نمبر 1

مدیر ——— چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

الطاف قادر گھمن، اعجاز احمد اعجاز، سرفراز حسین

سرکولیشن مینیجر : رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ کمپوزنگ عبدالحمید

قیمت فی شمارہ 25 روپے

CPL No. 3

اس شمارے میں

1-	اداریہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟	محمد اسلم	3
2-	سود اور حکومت	عدالتی فیصلہ	4
3-	انٹرویو	جسٹس وجیہہ الدین احمد	6
4-	انٹرویو	اسمٰعیل قریشی	17
5-	قلتِ کلام کا اہتمام	امیر محمد اکرم اعوان	24
6-	قیام پاکستان سے اب تک کے وفاقی بجٹوں کا حجم	خبریں	32
7-	من الظلمت الی النور	اللہ بخش زاہد	33
8-	رہ نوردِ شوق	ابوالاحمدین	35
9-	وفا	امیر محمد اکرم اعوان	42
10-	دی فری میسنز (آخری قسط)	آسیہ اعوان	51
11-	اللہ سے آشنائی	امیر محمد اکرم اعوان	60

ناشر۔ پروفیسر عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس۔ لاہور 042-6314365

بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات
پاکستان	200 روپے	3000 روپے
بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	700 روپے	8000 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال	750 ریال
برطانیہ۔ یورپ	30 سٹرلنگ پاؤنڈ	150 سٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر
فار ایسٹ، آسٹریلیا، کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد، اے۔ٹی۔ایم۔ بلڈنگ، پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد۔ فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org E.Mail : urwajan@yahoo.com

ہیڈ آفس = ماہنامہ المُرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور۔ فون 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

اداریہ

یہ کیا ہو رہا ہے؟

افغانستان میں نوجوانوں، عورتوں، بوڑھوں اور معصوم بچوں پر بمباری..... کشمیر میں بے گناہ شہریوں کا قتل عام..... فلسطین میں نہتے لوگوں پر بارود کی بارش..... اور اب پاکستان میں جہاد کی بات کرنے والوں کے خلاف امریکی یلغار..... دینی مدارس چلانے والے علماء پر دھاوے..... پرامن طلبہ پر دہشت گردی کے الزامات..... آزاد اور خود مختار ملک میں امریکی ایجنسیوں کی کھلے عام کارروائیاں..... غیر ملکیوں کے اشاروں پر سودی نظام معیشت کو برقرار رکھنے کے فیصلے_____

یہ سب کیا ہو رہا ہے..... یہ کیوں ہو رہا ہے..... ایسا کرنے والوں کو اتنی ہمت کیسے ہوئی..... یہ کن کے اشارے پر دندناتے پھر رہے ہیں..... ہمارے اپنے ملک میں ہمیں بیگانہ بنایا جا رہا ہے_____

کیا ہمیں بنیاد پرست بننے پر سزا دی جا رہی ہے.....؟ کیا ہمیں اللہ کا نام لینے پر دھتکارا جا رہا ہے.....؟ کیا ہمیں مدارس آباد کرنے پر قصوروار ٹھہرایا جا رہا ہے.....؟ کیا ہمیں جہاد کا نام لینے پر دہشت گرد کہا جا رہا ہے.....؟ کیا ہمیں غیر سودی نظام معیشت کا مطالبہ کرنے پر خوف زدہ کیا جا رہا ہے.....؟ یا پھر ہمیں حق سچ کہنے پر ڈرایا، دھمکایا جا رہا ہے.....؟

دنیا والو! سن لو، ہم ڈرنے والے نہیں..... ہم خوف زدہ ہونے والے نہیں..... ہم ڈنکے کی چوٹ پر اپنے آپ کو بنیاد پرست کہتے ہیں..... ہم کھلے عام ظلم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتے ہیں..... ہم جبر کے خلاف ڈٹے رہنے کا اعلان کرتے ہیں..... ہم ہر باطل کے خلاف حق پر قائم رہنے کا اعلان کرتے ہیں..... ہمارا اعلان ہے کہ ہم بلاخوف وخطر ناانصافی کے خلاف مظبوط چٹان کی طرح کھڑے رہیں گے..... ہمارا مشن، ہمارا مقصد ہی دنیا میں ظلم کا خاتمہ ہے اور اس مشن کی تکمیل تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے..... ہم ظلم کے خاتمے تک جدوجہد کرتے رہیں گے..... یہ ظلم افغانستان میں ہو..... یورپ میں ہو یا پھر امریکہ میں_____

www.naqshbandiaowaisiah.com

سود اور حکومت

پاکستان میں بننے والی اب تک کی حکومتیں وہ جمہوری ہوں یا مارشل لائی بنیادی طور پر اسلامی نظام کے نفاذ میں مزاحم رہی ہیں لیکن کوئی حکمران بھی یہ جرات نہ کر سکا کہ کھل کر اس کی مخالفت کر سکتا۔ نواز شریف کے دور میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ وفاقی شرعی عدالت نے جب سودی نظام کے خلاف فیصلہ دیا تو وہ خم ٹھونک کر میدان میں آ گیا اور اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کر دی۔

پرویز مشرف کی حکومت میں اس اپیل کا فیصلہ سامنے آیا تو بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے دباؤ میں مشرف حکومت یو بی ایل کی آڑ میں دوبارہ سپریم کورٹ چلی گئی جس کے نتیجے میں جو فیصلہ آیا اخبارات نے اسے اپنی 25 جون کی اشاعت میں شائع کیا۔ عدالت کے فیصلہ کی اشاعت کے بعد بہت سی شخصیات نے سود، حکومت اور قانون کے بارے میں اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ہم اپنے قارئین کرام کے ذوق کے پیش نظر ان میں سے دو شخصیات کے انٹرویوز اس شمارے میں شائع کر رہے ہیں۔ ان انٹرویوز سے پہلے آپ سپریم کورٹ کے فیصلے کی خبر ملاحظہ فرمائیں۔

سود کے خلاف فیصلے کالعدم

روزنامہ انصاف لاہور

روزنامہ "انصاف" 25 جون 2002ء

سپریم کورٹ نے یو بی ایل کی اپیل منظور کر لی، وفاقی شرعی عدالت کو از سر نو سماعت کا حکم

موجودہ بنکاری نظام میں شریعت کی خلاف ورزی نہیں ہوتی، آئین کے تحت شریعت اپیلٹ بنچ کو ربوٰ کیس کی سماعت کا اختیار نہیں تھا، وفاقی شرعی عدالت نے بھی سود کی حرمت کے غیر مسلموں پر اثرات کا جائزہ نہیں لیا

لین دین کا معاملہ مزید تحقیق اور جستجو کا متقاضی ہے، بعض نکات کا ابھی تک تعین نہیں ہو سکا، فریقین کو وفاقی شرعی عدالت میں ربوٰ کے بارے میں مزید نکات اٹھانے کی اجازت ہوگی

عدالت کے قبل ازیں صادر کئے گئے فیصلے میں متعدد غلطیاں اور سقم موجود ہیں، وفاقی شرعی عدالت کے لئے ضروری تھا کہ وہ تمام تر اختلافی پہلوؤں کا جائزہ لے کر ایک واضح اور جامع فیصلہ کرتی، پانچ رکنی بنچ کا فیصلہ

اسلام آباد (نمائندہ خصوصی + آن لائن) عدالت عظمیٰ کے شریعت اپیلٹ بنچ نے ربوٰ کیس میں عدالت کے فیصلے کے خلاف دائر کردہ یو بی ایل کی نظر ثانی کی اپیل منظور کرتے ہوئے ربوٰ سود سودی بینکاری اور سودی نظام معیشت کو حرام قرار دینے سے متعلق وفاقی شرعی عدالت کے 14 نومبر 1991ء اور عدالت عظمیٰ کے شریعت اپیلٹ بنچ کے 23 دسمبر 1999ء کے فیصلوں کو کالعدم قرار دے دیا ہے عدالت نے ربوٰ/سود کے خلاف

www.naqshbandiaowaisiah.com

قبل ازیں دائر کئے گئے تمام مقدمات وفاقی شرعی عدالت کو ریمانڈ کرتے ہوئے عدالت کو ہدایت کی ہے کہ وہ فریقین کے موقف کی روشنی میں تمام مقدمات کی ازسرنو سماعت کرے عدالت عظمیٰ نے مقدمات کے فریقین کو بھی اس بات کی اجازت دے دی ہے کہ وفاقی شریعت عدالت میں انہیں اس عدالت کے روبرو اٹھائے گئے نکات کے علاوہ ربوٰ کے بارے میں مزید نکات بھی اٹھانے کی اجازت ہوگی اور شرعی عدالت بھی ربوٰ/سود سے متعلق کسی دوسرے امکان کا بھی جائزہ لے سکتی ہے۔ چیف جسٹس شیخ ریاض احمد کی سربراہی میں جسٹس منیر اے شیخ، جسٹس قاضی محمد فاروق، جسٹس علامہ ڈاکٹر خالد محمود، اور جسٹس علامہ رشید احمد جالندھری پر مشتمل بنچ نے پیر کے روز تقریباً ایک بجے مقدمے کا فیصلہ سنایا عدالت نے دس روز کی سماعت کے بعد ہفتہ 22 جون کو اپنا فیصلہ محفوظ کرلیا تھا یو بی ایل کی جانب سے رابعہ محمد اکرم، وفاقی حکومت کی طرف سے اٹارنی جنرل مخدوم علی خان، سید ریاض الحسن گیلانی اور رضا کاظم ایڈووکیٹ اور درخواست گزاروں کی طرف سے محمد اسماعیل قریشی، شیخ خضر حیات اور چوہدری عبدالرحمان نے دلائل دیئے۔ عدالت عظمیٰ نے اپنے فیصلے میں قرار دیا ہے کہ اس سے قبل عدالت کے شریعت اپیلٹ بنچ نے ربوٰ/سود کے بارے میں مقدمے کی سماعت کرتے ہوئے آئین کے آرٹیکل نمبر 30.29(2)38(ف)81(س) اور 121(C) کا جائزہ نہیں لیا کیونکہ ان شقوں کے تحت عدالت کو اس مقدمے کی سماعت کا اختیار نہیں تھا جبکہ وفاقی شرعی عدالت نے سود کی حرمت کے غیر مسلموں پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ نہیں لیا اور شریعت اپیلٹ بنچ اس وقت یہ مقدمہ ازسرنو سماعت کے لئے وفاقی شرعی عدالت کو ریمانڈ کردیتا فیصلے میں حکومت کے اس موقف کا حوالہ دیا گیا ہے کہ بنکاری اور سرمایہ کاری کے موجودہ نظام میں قرض یا ربوٰ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے کسی پر اس نظام میں شریک ہونے کی پابندی عائد نہیں ہے ہر کوئی رضا کارانہ طور پر بنک میں رقوم جمع کراتا اور مختلف سرکاری سکیموں میں شریک ہوتا ہے اس نظام کے تحت ہر شخص خاص طور پر غرباء، مساکین، بیوگان اور محروم طبقے کے افراد اپنی رقوم کو محفوظ تصور کرتے ہیں اور بنک اکاؤنٹس یا مختلف سکیموں میں سرمایہ کاری کرکے منافع حاصل کرتے ہیں اس نظام میں ظلم اور استحصال کا کوئی پہلو نہیں ہے اس لئے اس نظام میں اسلامی تعلیمات یا شریعت کی خلاف ورزی نہیں ہوتی یہ نظام عوام الناس کی فلاح اور بہتری کا نظام ہے فیصلے میں اس استدلال کا ذکر بھی کیا گیا کہ اگر عدالت عظمیٰ کے فیصلے کو نافذ کردیا گیا تو ملک میں افراتفری اور طوائف الملوکی پیدا ہوجائے گی اس لئے اس سے بچنے اور لوگوں کے مفادات اور فلاح و بہبود کا تحفظ کرنا اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے۔ فیصلے میں مزید کہا گیا ہے کہ سود کے خلاف فیصلے سے پہلے افراط زر اور انڈیکسیشن کے بارے میں معاملے کی زیادہ جامع انداز میں تحقیق اور جستجو کی ضرورت تھی۔ عدالت نے قرار دیا کہ منافع اور بنکاری کے موجودہ نظام کے تحت مالی لین دین کی حرمت کا معاملہ بھی مزید تحقیق اور جستجو کا متقاضی ہے۔ عدالت نے کہا کہ سرکاری وکلاء اور دوسرے فریق کے اٹھائے ہوئے اختلافی نکات پر مزید غور کی ضرورت ہے اس عدالت کے قبل ازیں صادر کئے گئے فیصلے میں متعدد غلطیاں اور سقم موجود ہیں اس لئے اس استدلال میں کوئی وزن نہیں ہے۔ نظر ثانی کی درخواست میں اٹھائے گئے نقطے اور سوالات ازسرنو سماعت کی استدعا کے مترادف ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ موجودہ بنکاری نظام میں سود یا ربوٰ کے عمل دخل اور موجودہ بنکاری نظام کو مطلق حرام قرار دیا جائے اور اسلامی بنکاری اور معاشی نظام کے قابل عمل ہونے کے بارے میں معاملات مزید تحقیق اور ازسرنو غور سمیت تقابلی جائزے کے متقاضی ہیں۔ وفاقی شرعی عدالت کے لئے ضروری تھا کہ وہ تمام تر اختلافی پہلوؤں کا جائزہ لے کر ایک واضح اور جامع فیصلہ صادر کرتی تاکہ اس میں کوئی سقم یا تشنگی باقی نہ رہتی اس لئے اس مقدمے کو ازسرنو سماعت کے لئے وفاقی شرعی عدالت کو ریمانڈ کرنا ضروری ہے۔ عدالت نے شریعت اپیلٹ بنچ کے موجودہ اراکین کی تقرری کے خلاف درخواست گزاروں کے وکلاء کا موقف مسترد کرتے ہوئے بنچ کی تشکیل کو آئین کے آرٹیکل F-203(3)(B) کے تحت درست قرار دیا۔ سوموار کو عدالت عظمیٰ نے اپنا محفوظ فیصلہ سناتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت کے 14 نومبر 1991ء اور سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ کے 23 دسمبر 1999ء کے فیصلوں کو کالعدم قرار دیتے ہوئے کیس فیڈرل شریعت کورٹ کو ریمانڈ کرتے ہوئے ہدایت کی ہے کہ کیس میں بعض ایسے نکات موجود ہیں جن کا ابھی تک تعین نہیں ہوسکا اس لئے کیس کی سماعت دوبارہ کی جائے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

انٹرویو جسٹس وجیہہ الدین احمد

قانون کی دنیا میں جسٹس وجیہہ الدین احمد ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ وہ وکیل کی حیثیت سے بھی معروف تھے اور پی سی او کے تحت حلف نہ لے کر سپریم کورٹ میں اپنا شاندار کیریئر چھوڑنے کے بعد ممتاز بھی ہو گئے۔ جسٹس وجیہہ الدین احمد کراچی بار ایسوسی ایشن کے صدر سندھ ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے آنریری سیکرٹری، سندھ بار کونسل کے نائب صدر، سندھ کے ایڈووکیٹ جنرل اور وفاقی حکومت کے اسٹینڈنگ کونسل رہے۔ 1988ء میں سندھ ہائی کورٹ کے جج بنے اور ترقی کرتے کرتے 1997ء میں سندھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مقرر ہوئے۔ 1998ء میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے جج مقرر کئے گئے۔ اسی حیثیت میں اس بنچ میں شامل ہوئے جس نے سود کو حرام قرار دینے کا تاریخی فیصلہ دے کر اس پر عملدرآمد کے لئے حکومت کو ایک سال کی مہلت دی تھی۔ گزشتہ دنوں اس فیصلے کے خلاف نظر ثانی کی اپیل پر سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بنچ نے شریعت کورٹ کو مقدمہ کی دوبارہ سماعت کرنے کی ہدایت کی ہے جس سے ذہنوں میں ابھرنے والے ابہام کو دور کرنے کے لئے جسٹس وجیہہ الدین احمد سے تفصیلی گفتگو کی گئی جس کے دوران ان کے وسیع مطالعے اور مشاہدے کے کئی پہلو بھی سامنے آئے اور دین سے ان کی محبت بھی اجاگر ہوئی۔ گفتگو میں جسٹس وجیہہ الدین احمد نے ثابت کیا کہ سود کی حرمت سے متعلق فیصلہ محض سرسری سماعت کے بعد نہیں بلکہ عمیق مطالعے و مشاہدے کے بعد کیا گیا تھا جسے اب بدلا نہیں جا سکتا۔ ان کا یہ انٹرویو ہفت روزہ ''تکبیر'' نے شائع کیا ہے جو قارئین کی دلچسپی کے پیش نظر شائع کیا جاتا ہے۔

سوال:- سود کی حرمت کے سلسلے میں سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف یونائیٹڈ بینک نے جو اپیل کی تھی اس کا فیصلہ آ چکا ہے اور اس پر قومی سطح پر کئی قسم کے تاثرات ہیں دینی حلقوں میں صدمے کی سی کیفیت ہے جبکہ ان حلقوں میں کے مدمقابل ہیں متضاد کیفیات ہیں آپ ان محترم ججوں میں شامل ہیں جنہوں نے اس مقدمے کا تاریخی فیصلہ اب چونکہ آپ عدلیہ کا حصہ نہیں ہیں اس لئے ہماری نظر میں آپ مناسب ترین شخصیت ہیں جو حالیہ فیصلے پر محکم بات کہہ سکے چونکہ حالیہ فیصلے سے بہت کچھ واضح نہیں ہو سکا اس لئے قوم جاننا چاہتی ہے کہ اصل صورتحال کیا ہے؟

جواب:- یہ غالباً 24 مئی 2002ء کی بات ہے جب جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب کو شریعت اپیلٹ بنچ سے فارغ کر دیا گیا اور ان کی جگہ دو افراد کی جج کی حیثیت سے نامزدگی کی گئی، ان میں سے تو ایک صاحب ایسے ہیں جنہیں علماء کی صف میں شامل کیا ہی نہیں جا سکتا، دوسرے صاحب کو عالم کہا تو جا سکتا ہے مگر علمائے دین میں ان کی رائے بالعموم سوادِ اعظم سے مختلف ہوتی ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ جب کسی عالم دین کا سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں تقرر ہو تو اس کا

www.naqshbandiaowaisiah.com

مرتبہ بہت بلند ہونا چاہئے اس کے پیچھے تصانیف کا ایک انبار ہو اور وہ دین و دنیا ہر دور سے باخبر ہو مگر یہاں ایسا کچھ نظر نہیں آ رہا۔ بات چلی ہے تو میں یہ بھی کہہ دوں کہ میں تقی عثمانی صاحب کا ثنا کی ہوں اور رہوں گا کہ انہوں نے دستور کا حلف لینے کے بعد پی سی او کا حلف کیسے لے لیا؟ اگر وہ باعمل علماء میں سے ہیں تو انہیں انکار کر کے واپس چلے جانا چاہئے تھا لیکن بہر حال وہ شریعت اپیلٹ کورٹ کے جج تھے، جنہیں برداشت نہیں کیا گیا۔

جب اس درخواست کی سماعت شروع ہوئی تو سب سے پہلے یہ اعتراض اٹھا کہ اس بنچ کی تشکیل ہی درست طور پر نہیں ہوئی۔ اس اعتراض کو رد کر دیا گیا اس سلسلے میں فیصلہ میں لکھا گیا کہ ان دو علماء کی موجودگی میں بنچ کی تشکیل درست ہے یا غلط، یہ سوال یہاں نہیں اٹھایا جا سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بنچ کے خلاف ہائی کورٹ میں پٹیشن دائر کی جاتی یا سپریم کورٹ میں درخواست دی جاتی، یوں اس معاملے کو ٹیکنیکل بنیادوں کا سہارا دے کر نمٹایا گیا، میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ کوئی عام قانون یا عام معاملہ نہیں تھا جب اس طرح کے معاملات ہوں تو معاملات کو ٹیکنیکل انداز میں نہیں لیا جاتا اور یہ معاملہ تو عدل بالاحسان کا تھا جس کی اہمیت واضح ہے یوں میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ اس بنچ کی ابجد ہی غلط تھی۔

ایک نہایت معتبر ذریعے نے مجھے 30 جون 2002ء کو ججوں کی ایک دعوت میں بتایا کہ وہ ایک ایسے شخص کے پاس بیٹھے تھے جن سے قانونی معاملات میں حکومت مشورہ لیتی ہے اور جو اپنی جادوگری سے اس تمام گورکھ دھندے کو چلا رہے ہیں ان کے پاس شیخ ریاض کا فون آیا اور انہوں نے پوچھا کہ آپ بتائیں کہ میں شریعت اپیلٹ بنچ میں جس نے سود والے مقدمے کو سننا ہے کس کس جج کو شامل کروں؟ یوں ان کی منظوری سے یہ بنچ تشکیل پایا۔

اس بنچ کے بارے میں، میں اتنا ہی کہوں گا کہ اس کے ذریعے انصاف کے سودے کو گندا کر دیا گیا ہے۔ اسلام اور مہذب دنیا متفق ہے کہ دنیا کا بدترین جرم اور گناہ یہی ہے اور جو لوگ اس میں ملوث ہوتے ہیں سخت گناہ گار ہیں آپ یہ دیکھیں کہ پاکستان میں انصاف کے ساتھ کیسے کیسے کھیل کھیلے گئے۔ اس کا آغاز ایوب خان کے دور میں ہوا جن کے مارشل لاء کو جائز قرار دیا گیا۔ ضیاء الحق نے نیچے سے اوپر کر دیا یعنی ججوں پر اثرات پیدا کئے اور اس طرح کے فیصلے حاصل کئے جیسے وہ چاہتے تھے، اس مقصد کے لئے انہوں نے انوار الحق کو قابو کر رکھا تھا جنہوں نے اپنے فیصلے میں، دستور میں ترمیم کا اختیار انہیں اس چالاکی سے فراہم کر دیا تھا کہ سپریم کورٹ کے دوسرے ججوں کو اسکی خبر بھی نہ ہو سکی۔ ان معاملے میں اگر کسی دور کو مستثنیٰ کیا جا سکے تو وہ یحییٰ خان کا دور ہے۔ یہ واحد حکمران ہے جس نے عدالتوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ اب جو کھیل ہو رہا ہے وہ ان سب سے مختلف ہیں۔ اب تو کہا یہ جا رہا ہے کہ اپنی مرضی کے فیصلے کرنے کے لئے اپنی مرضی کے جج لگائے جائیں۔ اس مقصد کیلئے پہلے پی سی او کے تحت حلف لئے گئے اس کے بعد نئے ججوں کی بھرتی شروع ہوئی۔ جب یہ عمل مکمل ہو گیا تو ظفر علی شاہ کیس میں اپنی مرضی کا فیصلہ حاصل کیا گیا پھر یہ سب نے دیکھا کہ جس شخص نے پی سی او کے تحت حلف لیا تھا وہ چیف جسٹس بن گیا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

منیر شیخ کے بارے میں، میں آپ کو کیا بتاؤں یہ ان چار ججوں میں سے ایک تھے جنہوں نے اسلم خاکی کیس یعنی سود کو حرام قرار دینے والا فیصلہ دیا انہوں نے اس فیصلے پر دستخط کر دیئے تھے جو ہم نے لکھا اور ایسا کرتے ہوئے I agree لکھنے کی زحمت بھی نہیں کی۔ یہی منیر شیخ صاحب اس بنچ میں بھی شامل تھے۔

سوال:- حالیہ فیصلے میں آپ حضرات کے فیصلے کی بعض خامیوں کی نشاندہی کی گئی ہے، بعض معاملات کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان پر غور نہیں کیا گیا، کیا ان امور کو جن کا ذکر فیصلے میں ہوا واقعی نظر انداز کیا گیا تھا؟ اگر نظر انداز کیا گیا تھا تو اس کی وجہ کیا تھی؟

جواب:- دو خامیوں کا ذکر کیا گیا ہے اول یہ کہ سود کی حرمت کا اطلاق غیر مسلموں پر بھی کر دیا گیا ہے اور دوسرے یہ کہ چھوٹے لوگوں کا استحصال کیا گیا ہے۔ بعض ٹیکنیکل چیزیں بھی نکالی گئی ہیں جن میں اعشاری نظام، افراط زر وغیرہ شامل ہیں، کہا گیا کہ ان پر غور نہیں کیا گیا۔ ہم ان تکنیکی امور کو سود جیسے اہم مسئلے کے ساتھ ملانا نہیں چاہتے تھے، تاکہ کہیں یہ تاثر پیدا نہ ہو کہ ایک ہاتھ سے دے کر دوسرے سے لیا جا رہا ہے۔ ہم نے کہا کہ یہ چیزیں کسی اور موقع پر دیکھیں گے لیکن یہ فرض محال اگر اعشاری نظام اور افراط زر بہت اہم تھا تو یہ خود اس پر فیصلہ دیتے انہوں نے خود فیصلہ کیوں نہیں دیا؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ یہ نااہل لوگ ہیں ان کی ذہنی پہنچ اتنی ہے ہی نہیں کہ ایسے اہم اور دقیق معاملات پر فیصلہ کر سکیں ان کا کام تو صرف یہ ہے کہ معاملات کو دھکا دو اور اپنی جان بچاؤ اس عمل میں قانون، انصاف اور قوم کا کیا بنتا ہے اس سے ان کا دور پرے کا واسطہ بھی نہیں ہے ان کے فیصلے اس کی واضح مثالیں ہیں۔

وہ مقدمہ جس میں قاضی حسین احمد نے ریفرنڈم کو چیلنج کیا تھا اس پر انہوں نے فیصلہ دیا کہ اس ریفرنڈم کو ہم دستور کی کسوٹی پر نہیں دیکھ سکتے کیونکہ دستور میں اس کا کوئی جواز نہیں کیونکہ حکومت یہ کہتی ہے کہ ریفرنڈم پی سی او کے تحت ہو رہا ہے اور پی سی او کے تحت تو سب کچھ ہو سکتا ہے یہ کہ ریفرنڈم کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس پر انہوں نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ اس کا فیصلہ کسی اور وقت اور کسی اور جگہ ہوگا یعنی ان کو پانچ سال ملنے ہیں یا نہیں ملنے اس کا فیصلہ اس وقت ہوگا جب پارلیمنٹ آئے گی۔ مطلب یہ کہ ہم فیصلہ نہیں کرتے معاملے کو پیچھے پھینک دیتے ہیں یا مستقبل پر چھوڑ دیتے ہیں۔

یہ جو بھی کر لیں امر واقعہ یہ ہے کہ ربوٰ کی حرمت کا جو فیصلہ ہے یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو ہزار سالوں میں کبھی کبھار ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے اہل پاکستان اور اسلامی دنیا بہر طور اس فیصلے کو ماننے گی چاہے اور جتنے بھی فیصلے آ جائیں اس فیصلے کے ذریعے یہ ہمیشہ کے لئے طے ہو گیا ہے کہ ربوٰ ہر شکل میں حرام ہے۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ بہت سارے ایسے علماء کرام ہیں جن کے اقوال کو یا تو دیکھا نہیں گیا یا انہیں صحیح طریقے سے پرکھا نہیں گیا یہ غلط بات ہے ہر ایک چیز دیکھی اور پرکھی گئی اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو آپ کو ایسا کرنے سے کس نے روکا تھا،

www.naqshbandiaowaisiah.com

آپ نے مقدمہ واپس کیوں بھیجا۔

ایک اور اعتراض ایسا ہے قانون کی ابجد جاننے والا بھی اس سے آگاہ ہے ان کے سامنے کچھ نئے سوال اٹھائے گئے نظر ثانی اور اپیل میں یہی فرق ہے۔ اپیل میں تو نئے سوالات کی محدود حد تک پذیرائی ہو سکتی ہے مگر نظر ثانی میں نئے سوال نہیں اٹھائے جا سکتے۔ انہوں نے نہ صرف نئے سوالات کو اٹھانے دیا بلکہ ان کی بنیاد پر سپریم کورٹ کے خود کے فیصلے کو رد کیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ سپریم کورٹ سے بھی کوئی ماوراء عدالت ہے۔ انہوں نے اپیل کے اختیارات سے بھی تجاوز کیا جو بڑی عدالت کے پاس ہی ہوتے ہیں۔

سوال :۔ آپ نے نظر ثانی کے حوالے سے ایک نکتہ اٹھایا ہے اس مقدمے کے حوالے سے اس کی کیا اہمیت ہے اور نئے مباحث چھیڑنے میں کیا قباحت ہے؟

جواب :۔ اس کی مثال سپریم کورٹ کے بے حساب فیصلے ہیں مگر میں ایک کا ذکر کروں گا۔ یہ ذوالفقار علی بھٹو کو سزا سنائی گئی تو بھٹو کی طرف سے نظر ثانی کی درخواست آئی کہا گیا کہ چار اور تین کی نسبت سے ظاہر ہوتا ہے کہ چھوڑنے کی کافی گنجائش موجود ہے۔ اس درخواست میں دوسری بات یہ کہی گئی کہ اگر ہمیں چھوڑا بھی نہ جائے تو کم از کم سزا میں تخفیف کر دی جائے۔ آپ کو تعجب ہوگا نظر ثانی کی درخواست میں سات ججوں کے فیصلے میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہوا سب نے باتفاق نظر ثانی کی درخواست کو خارج کیا۔ عدالت کا موقف تھا کہ جب اصل کیس میں بحث ہو رہی تھی اس وقت بھٹو کی طرف سے سزا میں کمی کے بارے میں کوئی بحث نہیں ہوئی تھی، اگر اس وقت بحث ہو جاتی تو نظر ثانی میں سوال اٹھ سکتا تھا انہوں نے سود والے مقدمے میں نئی بحثوں کی اجازت دی اور انہیں قبول کرتے ہوئے وہ کام کیا جو ادنیٰ ترین عدالت بھی نہیں کر سکتی۔

سوال :۔ وہ کون سے نئے مباحث ہیں جنہیں اس بحث میں اٹھایا گیا اور آپ کے نقطہ نظر سے وہ خلاف قاعدہ ہیں؟

جواب :۔ ان کے سامنے ایک نئی بات ہوئی تھی کہ لوگوں کا جو پرسنل لاء ہے اس پر وفاقی شرعی عدالت کوئی فیصلہ نہیں دے گی اس کی بنیاد پر کہا کہ سود کا معاملہ مسلمانوں کا پرسنل لا کا معاملہ ہے اس پر وفاقی شرعی عدالت فیصلہ دینے کی مجاز نہ تھی یہ بحث بالکل غلط ہے کیونکہ جو مسلمانوں یا دوسرے مذاہب کا پرسنل لاء ہے وہ انگریزوں کے زمانے میں بھی لاگو تھا اور آج بھی لاگو ہے اسی قانون میں وراثت، تحائف کا دینا بچوں کی سرپرستی کیسے ہوگی، شادی اور طلاق کے امور اور وقف کیسے قائم کئے جائیں گے اس قانون میں ایسی چیزیں شامل ہیں لہٰذا سود کا مسئلہ پرسنل لاء کا معاملہ کسی طرح سے بھی نہیں ہے یہ تو پوری قوم اور ملک کا مسئلہ ہے اور اسی لئے پرنسپل آف پالیسی میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ ایک عمومی مسئلہ ہے اور مملکت اس کا جلد از جلد تدارک کرے گی لیکن وہاں تو مشکل یہ ہے کہ اسے بحث کے بجائے صحیفہ آسمانی

www.naqshbandiaowaisiah.com

سمجھا جائے اور اس کی بنیاد پر تمام فیصلے رد کر دیئے جائیں تو یہ دیکھا جانا چاہئے کہ بحث کیا ہے؟ اور اس کے مضبوط اور کمزور پہلو کیا ہیں کچھ دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

آرٹیکل 29 میں کہا گیا ہے کہ جو پرنسپل آف پالیسی میں ہے ان پر عملدرآمد کرنا ملک کے ہر ادارے کا اچھا کام ہے اور وہ اپنے طور پر اپنے کام کو انجام دیتا رہے گا اس کے بعد آرٹیکل 30 میں کیا ہے۔

کلاز ایک میں شریعت اپیلٹ کورٹ اور شریعت کورٹ دونوں آ جاتے ہیں لہٰذا ان کا یہ فیصلہ کہ کون سی چیزیں اسلامی قوانین کے مطابق ہیں اور کون سی نہیں یہ ان کے اپنے اختیار میں ہے کیونکہ وہ بھی مملکت کا ادارہ ہے۔

کلاز دو میں ہے کہ جہاں تک حکمت عملی کے کسی مخصوص اصول پر عمل کرنے کا انحصار اس غرض کے لئے وسائل تصور کیا جائے گا جو ہمارے پاس کسی ادارے کے بارے میں ہیں یہ سوال پیدا نہیں ہوا تھا کہ کون اولاً پرنسپلز آف پالیسی پر عمل کر رہا ہے یا نہیں۔ (20)30 کے تحت یہ بات تو تھی ہی نہیں یہ بات تو آئین کے اس حصے کے تحت ہے جس میں فیڈرل شریعت کورٹ میں جس کا ذکر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ کون سے قوانین اسلام کے مطابق ہیں اور کون سے خلاف ہیں اس میں جو دیکھنے والی چیز تھی وہ 1949ء کی قرارداد مقاصد تھی جو آئین میں شامل ہے اور اسے آرٹیکل 7112 میں ڈالا گیا ہے تاکہ وہ ابہام ختم ہو جائے کہ اس پر عملدرآمد نہیں ہو سکتا اس کے بارے میں یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ عدالتیں اس پر عملدرآمد کرا سکتی ہیں ہمارے سامنے یہ چیز تھی۔

اس کے علاوہ 38 ایف کے متعلق جو صورت کی گئی تھی کہ یہ ریاست جتنی جلد ممکن ہو سکے ربا کا خاتمہ کرے گی یہ ہمارے ہاتھ مضبوط کرنے والی بات ہے کہ ہم ریاست کا ایک حصہ ہوتے ہوئے جلد از جلد ربا ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں لہٰذا بجائے اس کے کہ یہ بات ہمارے راستے میں رکاوٹ بنے جیسا کہ سپریم کورٹ کے سامنے بحث کی گئی یہ تو ہماری معاون تھی۔ لہٰذا ہم نے تو جو اپنا کام کیا ہے وہ آئین کے نئے باب کے تحت کیا ہے جو وفاقی شرعی عدالت کے بارے میں ہے ہم نے اس کے تحت اختیارات استعمال کئے ہیں اور ان کی تائید بھی قرارداد مقاصد سے ہوتی ہے۔ دستور کا قابل عمل حصہ ہے ہم نے اس سے مدد لی ہے اس کی خاص Provision یہ ہیں کہ پاکستان

1- جس میں جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور عدل عمرانی کے اصولوں پر جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے پوری طرح عمل کیا جائے گا۔

2- جس میں مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جس طرح قرآن پاک اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے تربیت دے سکیں۔

3- جس میں قرار واقعی انتظام کیا جائے گا کہ اقلیتیں آزادی سے اپنے مذاہب پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں اور

www.naqshbandiaowaisiah.com

اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔

4- بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے اس اعلان سے وفاداری کے ساتھ کہ پاکستان عدل عمرانی کے اسلامی اصولوں پر مبنی ایک جمہوریت مملکت ہوگی۔

آئین کے آرٹیکل 29 یعنی پالیسی کا منشا یہ ہے کہ پالیسی سازی صرف حکومت کا کام نہیں بلکہ آئینی ادارے کا کام ہے یعنی جو جہاں بیٹھا ہے اپنا کام کرے۔ آئین کی منشا یہ ہے کہ صدر اور گورنر ایسے معاملات کے بارے میں باقاعدہ ربڑ کر کے دیکھیں مگر اس یعنی سود کے معاملے میں خال ہی ایسا ہوا ہوگا۔ ہر ادارے کا فرض ہے کہ پرنسپل آف پالیسی پر اپنی حد تک عمل کرے۔ اس بات سے متعلق محکمے کو پرنسپل آف پالیسی پر عمل کرایا جائے اس پر کوئی مقدمہ دائر نہیں کیا جا سکتا پھر 38 ایف ہے ریاست سود کو جلد از جلد ختم کرے گی یہ بحث ہمارے سامنے نہیں ہوئی تھی اگر ہمارے سامنے نہیں ہوئی تھی اس لئے ان کے سامنے نہیں ہو سکتی تھی اگر ہو بھی سکتی تو انہوں نے یہ دلیل دی کہ یہ تو حکومت کا معاملہ ہے کہ سود ختم کرے اب اگر وہ کرے یا نہ کرے اس پر مقدمہ درج نہیں ہو سکتا لیکن جب یہ کہہ دیا گیا کہ ہر ادارہ اپنی حد تک پرنسپل آف پالیسی پر عمل کرے اس اعتبار سے شریعت کورٹ کی یہ ذمہ داری تھی کیونکہ عدلیہ بھی تو ریاست کا حصہ ہے دوسری بات یہ ہے کہ جب آئین بنا تھا اس وقت اس میں چیپٹر (A)8 نہ تھا اس کا تعلق فیڈرل شریعت کورٹ اور شریعت اپیلٹ بنچ سے تھا انہوں نے یہ کہا کہ شریعت فیڈرل اور اپیلٹ بنچ کو اختیار دے دیا کہ آپ ملک کے ہر قانون کو دیکھ سکتے ہیں کہ یہ اسلام کے مطابق ہے یا نہیں اور مدت کا تعین کر سکتے ہیں کہ اتنے عرصے میں اسے اسلام سے ہم آہنگ کر دیجئے لہٰذا پرنسپل آف پالیسی کے پرویژن میں آنے والے قانون کے ماتحت ہو گئے چنانچہ جیسا میں نے کہا ہم نے اس اختیار کے تحت فیصلہ کر دیا۔ آرٹیکل 8 سی کے بارے میں انہوں نے کہا ہے کہ سود کا لفظ آئین میں ہے جبکہ سود اور ربڑ میں فرق ہے لہٰذا سود کے بارے میں تو فیصلہ نہیں ہو سکتا البتہ ربڑ کے بارے میں ہو سکتا ہے حالانکہ ربڑ اور سود میں کوئی فرق نہیں ہے اسی تناظر میں آرٹیکل 121 سی کا حوالہ بھی دیا گیا جو صوبوں کے بارے میں ہے اس حوالے سے کہا کہ سود اور ربڑ الگ الگ ہیں اس الجھن کیلئے ہم نے ربڑ اور سود کے معانی کے بارے میں بھی تحقیق کی تھی۔

ہم نے اپنے فیصلے میں بیاج (ہندی) نے شیک (عبرانی) سود (فارسی) اور ربڑ ہر ایک کے معنی کے بارے میں تحقیق کی سب کا مطلب بڑھوتری ہے اور بڑھوتری حرام ہے کیونکہ یہ ظلم کو جنم دیتی ہے میرے کہنے کا مطلب ہے کہ ہر چیز پر بحث ہوئی ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے ربڑ کے بارے میں کہا کہ ظلم علت نہیں حکمت ہے علت وہ چیز ہوتی ہے اگر کوئی کام اس سے خالی ہو تو مثلاً میں نے کسی رئیس کو پیسہ دیا اور سود لیا یہ آپ پر ظلم نہیں اگر ظلم علت ہوتی تو یہ عمل جائز ہو جاتا علت کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز خالی ہو جائے تو کسی بھی قسم کا عمل سود میں نہیں جائے گا ہم نے کہا کہ سود کا معاملہ یہ ہے کہ جلد یا بدیر ظلم کا عنصر آتا ہے اگر کسی کیس میں نہ بھی آئے تو وہ قانونی شکل اختیار نہیں کر جاتا مگر یہ ایک حکمت ہے ہم کہتے ہیں کہ ظلم علت ہے ہم نے کہا کہ ظلم

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہو یا نہ ہو یہ ظلم ہے۔ ہم نے جس وقت ربو کا کیس سنا چار یا پانچ روز فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ کورٹ میں سنا انہوں نے نہ تو وہ فیصلہ سنا نہ سپریم کورٹ کے اپنے تین فیصلے سنے۔ انہوں نے سنے بغیر فیصلہ دے دیا اسے روز کورٹ میں پڑھوایا جاتا تو دو ہفتے سے کم نہ لگتے۔

ایک اور چیز یہ ہے کہ ان کے سامنے جو دلائل ہوئے آرڈر میں ہے کہ کس نے کیا بحث کی اور کیا نکتہ اٹھایا۔ عدالت نکات کو سمیٹ کر اپنے حکم میں لکھتی ہے اور کہتی ہے کہ فلاں نقطہ قبول کرتے ہیں فلاں نہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ فلاں نے جماعت کا موقف پیش کیا فلاں نے حکومت کا۔ انہوں نے بحث کو سمیٹ کر یہ نہیں کہا کہ کس کے نکات درست اور کس کے غلط اور کیوں؟ اس کے بعد دو تین پیراگراف ہیں جن کا ہم نے پہلے تذکرہ کیا ہے اس سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ جو غلطیاں ہوئیں وہ آرڈر میں نمایاں ہیں اس لئے ہم وفاقی شرعی عدالت کا حکم بھی ختم کرتے ہیں اور سپریم کورٹ کا بھی اور اسے ہم شرعی عدالت کے پاس از سر نو سماعت کے لئے واپس بھیجتے ہیں انہوں نے شرعی عدالت کے لئے فیصلہ کے وقت کا تعین بھی نہیں کیا جو عام طور پر کیا جاتا ہے۔ یہ بھی نہیں کہا کہ یہ یہ وہ نکات ہیں جن پر شرعی عدالت کو فیصلہ دینا ہے۔ اس سے مطلب یہ نکلا کہ جو بحث بھی ان کے سامنے ہوئی ہے وہ ہوئی ہی نہیں، اصل بحث شرعی عدالت میں ہوگی۔

سوال:- اس معاملے کے اگر ہم سیاسی اور اقتصادی پہلوؤں کو دیکھنا چاہیں تو کیا صورت بنے گی؟

جواب:- سود کا جو معاملہ ہے بہت ہی اہم معاملہ ہے اس کی اہمیت کا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ جو موجودہ عالمی اکنامک آرڈر ہے اس میں مغرب کی بالادستی ہے جو تیسری دنیا پر حاوی ہے ربو اسی ورلڈ اکنامک کا کارنر اسٹون ہے اسے نکال لیں تو تیسری دنیا کے ممالک کی غلامی کی بیڑیاں ٹوٹ جائیں گی اس کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے۔ ہو یہ رہا ہے کہ جو قرضے ماضی میں دیئے جا چکے ہیں وہ ربو کی وجہ سے بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور سب سے زیادہ جو اہم بات ہے یہ ہے کہ مزید قرضے لے کر صرف سود ادا کیا جا رہا ہے نتیجہ یہ کہ گزشتہ قرضوں کا سود تو چل ہی رہا ہے اور نئے قرضے سود ادا کرنے کے لئے لئے جا رہے وہ قرضے اور اس پر مزید سود یوں ایک ساتھ کئی کئی معاملات چل رہے ہیں۔ یہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے لہٰذا اس فیصلے کی بنیادی اہمیت ہے غالباً مغرب کو بھی سود کے متعلق یہ اندازہ بہت پہلے نہیں تھا لیکن اس کا جو اولین شکار ہوا وہ خلافت عثمانیہ تھی انہوں نے قرضے لئے ہوئے تھے قرضوں پر سود در سود کا سلسلہ تھا سب سے بڑا۔ قرض خواہ ادارہ House of roschilds تھا اس ہاؤس کو چونکہ مغرب کی پشت پناہی حاصل تھی چنانچہ جب خلافت عثمانیہ نے ڈیفالٹ کیا تو انہوں نے اپنے ایڈمنسٹریٹر بھیج دیئے ان کا کام یہ تھا کہ جو خلافت عثمانیہ کے ٹیکس وصول ہونے تھے انہیں وہ ٹیکس وصول کرنے سے روک کر خود وصول کرنے شروع کر دیئے۔ یہ اتنا بڑا معاملہ ہے کہ اسے بھلایا نہیں جا سکتا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت جنگ عظیم اول کے دور میں کھڑی نہ ہو سکی اور بمشکل تمام

www.naqshbandiaowaisiah.com

اس حملے میں سے ترکی بچ سکا باقی سب علاقے نکل گئے یہ چیزیں جب سامنے آئیں تو مغرب کو احساس ہوا کہ سود بہت بڑا ہتھیار ہے اس کا بہتر استعمال یہ ہے کہ وہ قومیں جو کالونین تھیں انہیں قرضے دیئے جائیں جب لینے لگیں تو انہیں اور دبایا جائے تاکہ وہ کبھی کھڑے نہ ہوسکیں۔ پوری تیسری دنیا کے یہی حالات ہیں تو سود کوئی اچانک حرام نہیں ہوا جتنے بھی مذاہب ہیں سب اسے حرام کہتے ہیں۔ ہم نے اس فیصلے کے بارے میں پوری تحقیق کی اور اسی نتیجے پر پہنچے کہ انسانی تاریخ کے کسی زمانے میں سود کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا گیا تمام ادیان اسے مسترد کرتے ہیں۔ ہندوؤں میں سود کا سلسلہ عام سنا مگر وہاں بھی انہوں نے ایسے سود کو جس سے نیچے لوگ پس جائیں اس کی انہوں نے حدود مقرر کیں، اس سے زیادہ نہیں ہوگا۔ یہ پانچ دس ہزار سال پہلے کی بات ہے یہ Code of manu میں موجود ہے اس کے بعد ہم یہودیوں کو دیکھتے ہیں اس سلسلے میں ہم نے توریت کا مطالعہ کیا اور ان کا اپنے فیصلے میں ذکر بھی کیا یہودیوں کو سود سے منع کرنے کے لئے توریت میں بڑے سخت احکامات ہیں ان کتابوں میں تحریر کی گئی ہے۔ اسی سلسلے میں ایک آیت میں تحریف ہوئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ تو اپنے بھائی سے خود سود نہیں لے گا لیکن اجنبی سے تو سود لے سکتا ہے اس میں بھی یہودیوں کے صحیح راستے پر چلنے والے ربی نے اپنے بھائی کے الفاظ عالمی برادری کے لئے کہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی سے سود نہ لو میرے خیال میں اجنبی سے ان کی مراد وہ ہے جو یہودیوں کے دشمن ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن کو پیسے کی طمع ہوتی ہے یعنی یہودیوں نے آپس کے بجائے ہر ایک سے سود لیا جب حضرت عیسیٰ آچکے تھے اور مغرب میں عیسائیت کا دور دورہ تھا انہوں نے تو یہ کہا کہ اگر تم کسی کو قرض بھی دے دو تو واپس لینے کی نیت سے مت دینا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائیوں میں یہ سلسلہ بالکل نہ تھا مگر امرا کو تو پیسوں کی ضرورت ہے۔

انہوں نے یہودیوں سے سود پر پیسہ لینا شروع کیا ان سب امور کی روشنی میں ہم نے اپنے فیصلے میں اس کا حوالہ دیا ہمارے ہاں بھی یہی ہے آگسٹائین نے کہا کہ سود خور لوگ انسان کی اس نسل سے ہیں جو گناہ گار اور برے لوگ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اس رحم پر ڈنک مارتے ہیں جس سے پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ایک درہم ربوٰ لینے والا ایسا ہے جو اپنے محرم کے ساتھ بدفعلی کرے۔ اسی جرم کے ستر حصے کئے جائیں تو اس کا کمتر حصہ یہ ہے کہ اس نے ماں کے ساتھ خانہ کعبہ کے اندر زنا کیا۔ تو ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اسلام سے پہلے بھی ربوٰ ناپسندیدہ تھا اور حضور ﷺ نے اس کی سختی سے ممانعت کردی۔

مجھ سے کسی نے پوچھا آپ کی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ کیا تھا؟ میں نے کہا یہی ربوٰ والا کیس۔ سب سے زیادہ مشقت میں نے اسی معاملے پر کی ہمیں بہت تحقیق کرنا پڑی۔ قرآن میں اس سلسلے میں سورہ روم کی آیت 39، سورۃ نساء 140

www.naqshbandiaowaisiah.com

تا 162، سورۃ آل عمران 130 تا 136، سورۃ بقرہ 270 تا 277 اسی سورۃ میں 278 تا 281 ان آیات میں جو چیز مشترک نظر آتی ہے یہ ہے کہ سود تو ایک غلط چیز ہے ہی اور دین میں اس کی نفی ہو چکی ہے اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف اوقات میں مختلف احکام دیئے گئے۔ آخری آیت میں تمام مسائل ہی ختم کر دیئے گئے کہ اے مومنو، اگر آپ صحیح مومن ہیں تو سود چھوڑ دیں۔ اگر آپ ایسا نہ کریں تو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کے واسطے تیار ہو جائیں۔ اگر تم توبہ کر لو تو تم اپنا اصل لے سکتے ہو۔ اگر دینے والے کی حالت خستہ ہے تو اسے معاف کر دو اور اگر اسے معاف کر دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ حالیہ فیصلے میں کہا گیا ہے کہ اللہ نے سود کی تعریف نہیں کی، اس سے زیادہ تعریف کیا ہو سکتی ہے۔ عام فہم مطلب تو بڑھوتری ہے اگر ابہام تھا تو کہا کہ سب سود چھوڑ دو نہیں چھوڑتے تو اللہ کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس سے زیادہ واضح تعریف متعین نہیں ہو سکتی۔ معافی کی صورت میں اصل لے سکتے ہو ورنہ اصل بھی نہیں لے سکتے یہ بالکل واضح ہے اگر سود پر قرضہ دیا ہے تو اصل لینے کا بھی حق نہیں۔ اس تحقیق کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ بالکل ممنوع اور حرام ہے اور صرف مسلمانوں کیلئے ہی ممنوع نہیں سابقہ ادیان میں بھی اس کی نفی ہو چکی ہے لہٰذا اس کا سب پر اطلاق ہوتا ہے۔ جبکہ اس فیصلے میں یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ اس کا اطلاق غیر مسلموں پر کر دیا گیا ہم نے اپنے فیصلے میں کہا کہ مسلمان ریاست میں اس طرح کا فیصلہ سب کیلئے ہوتا ہے۔

ربٰو کا جہاں تک تعلق ہے کہا گیا کہ لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے اگر آپ غیر مسلموں کو یہ اجازت دے دیں تو وہ مسلمانوں کو بھی دیں گے لہٰذا مسلمان ملک کے اندر رواداری کے تعلق سے بھی غیر مسلموں کے لئے بھی یہ طے پایا کہ وہ نہ سود لے سکتے ہیں نہ دے سکتے ہیں اس سلسلے میں کچھ حضور ﷺ کی احادیث اور معاہدے ہیں جو غیر مسلموں کے ساتھ ہوئے تھے۔ معاہدے خلفائے راشدین کے بھی ہیں ان معاہدوں میں ہر طرح سے صاف کہا گیا کہ نہ سود دیں گے نہ لیں گے، اگر آپ نے ایسا کیا تو یہ معاہدے منسوخ ہو جائیں گے۔ لہٰذا ہم نے جو تعریف کی وہی حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔

سوال:- آپ کی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ اس فیصلے کی رو سے غیر ملکی قرضوں کی ادائیگی رک جاتی؟

جواب:- وہاں ایسی بحث بھی سامنے آئی کہ آج کل بڑے لوگ قرض لیتے ہیں اور چھوٹے لوگوں کو بینکوں سے آمدن ہوتی ہے اب بحث میں کہا گیا کہ بڑے لوگوں کا سود معاف کر دیا چھوٹے لوگوں سے نوالہ چھین لیا جو بینک میں پیسہ رکھ کر کماتے تھے یہ بالکل غلط بات ہے۔ ہم نے لکھا کہ جہاں تک بینکوں کا تعلق ہے پیسہ جمع کرانے والے لوگ لاکھوں ہوتے ہیں وہ قرض خواہ ہیں مگر جو ادارے ہیں مثلاً بینک وہ دیو ہیکل ہیں ان کے ذریعے غلط کام ہوتا ہے۔ ہم نے یہ کہا کہ نہ ہم ان قرضوں اور سود کو معاف کر رہے ہیں یہ غیر ممالک کو دینا ہے نہ اس سود کو معاف کر رہے ہیں جو بڑے بڑے قرض خواہوں نے دینا ہے۔ لیکن ہم نے ایک مدت دی کہ اس وقت تک جب تک یہ ختم نہیں ہوتی یہ کاروبار

www.naqshbandiaowaisiah.com

ختم ہو جائے۔ جتنے پیسے غیر ملکیوں کو دینے ہیں دے کر الگ ہو جائیں۔ ہم نے کہا کہ اگر بینک نے کسی کو پیسہ دیا ہے تو اور وہ شخص پیسہ نہیں دے رہا تو اس کی بنیاد پر بینک اس کے کاروبار میں شریک ہو جائے گا۔ اس طرح وہ اپنی رقم وصول کرے گا اور آئندہ بینک جو پیسے دیں گے شراکت کی بنیاد پر دیں گے اس طرح قرضوں کی نادہندگی کا سلسلہ ختم ہو جائے گا کیونکہ یہ بینک خود کاروبار میں شریک ہوگا ایسے ہی غیر ملکی قرضوں کے بارے میں کہا کہ اگر آپ نہیں دے پاتے تو اپنے ادارے بیچ کر ادا کریں اور اگر وہ کسی ادارے میں شرکت کے ذریعے وصول کرنے پر آمادہ ہوں تو وہ کریں کیونکہ سود کے ذریعے نہ ہم معاشی طور پر آزاد ہو سکتے ہیں نہ سیاسی طور پر۔

سوال:- وہ کون سے حالات تھے جن میں مقدمہ سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں آیا۔ نیز یہ فرمایئے کہ مستقبل میں اس معاملے کا کیا ہوگا؟

جواب:- یہ بات یاد رکھیئے کہ یہ فیصلہ کن حالات میں آیا۔ سب سے پہلے تو ہم نے فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے پر اپیل سنی تھی۔ جو نومبر 1991ء کو ہوا تھا۔ یہ اس طرح کے مقدمات ہوتے ہیں جنہیں عدالت کے سامنے آنے ہی نہیں دیا جاتا۔ کورٹ کے سامنے لگنے میں سال لگ گئے۔ بفرض محال فیصلہ غلط ہے تو ٹھیک کریں۔ درست کیوں نہیں کرتے۔ واپس کرنے کی کیا تک ہے۔ اگر ریسرچ درست نہیں تو ریسرچ کرنے سے کس نے روکا ہے خود کیوں فیصلہ نہیں کر رہے ہیں۔ وہاں کب فیصلہ ہوگا۔ کتنے سال سپریم کورٹ میں لگیں گے۔ جب یہ واپس آئے گا تو سپریم کورٹ کا موجودہ کوئی جج بھی نہیں ہوگا۔

1991ء کا فیصلہ جب سپریم کورٹ میں پہلی مرتبہ لگا تھا تو ایک مدت کے بعد فیصلہ ہوا اب بھی مدت گزر جائے گی اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ فیصلہ نہیں لانا چاہتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فیصلہ تو وہی رہے گا۔ اس کا آسان طریقہ ہے کہ اسے التواء کا شکار کر دیں کہ جو مسئلہ پچاس سال میں بھی حل نہیں ہوا، کبھی حل نہ ہو سکے۔

اللہ کی بڑی عجیب شان ہے۔ جب ہم فیصلہ دے کر کراچی آئے تو دو وکلاء سے ملاقات ہوئی۔ یہ سینئر وکلا بینکوں کی طرف سے پیش ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ فیصلہ تو دے دیا عمل درآمد کون کرے گا؟ اقتدار میں جو لوگ ہیں وہ تو عمل درآمد کرنے سے رہے۔ میں نے کہا کہ اگر اللہ کا قانون ہے تو اللہ خود کرائے گا۔ اللہ نے کہا ہے کہ اگر میرے احکامات مانو گے تو ٹھیک ہے ورنہ تم سے پہلے بھی بہت ساری قومیں آئیں، ان کا میں نے نام و نشان مٹا دیا، لیکن میرے نام لیوا دوبارہ آئے۔ جب تک تم درست رہو گے تو ٹھیک ہے، ورنہ تم پر بڑی قومیں مسلط کر دی جائیں گی۔

دنیا میں تین بڑی معیشتیں ہیں امریکہ، جاپان، جرمنی۔ جاپانی زیرو ریٹ آف انٹرسٹ پر پہنچ گئے، وہاں کاروبار شراکت اور مضاربے کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ یہ وہی ہے، جس کا ذکر ہم نے اپنے فیصلے میں کیا تھا۔ امریکہ میں ریٹ دو سے تین

www.naqshbandiaowaisiah.com

فیصد ہے۔ مدعا یہ کہ ان کا مطمع نظر بھی یہی ہے۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو ان کا کاروبار اور ترقی ختم ہو جائے گی۔ امریکی انٹریسٹ کو ایک اور آدھا فیصد بھی بڑھانے پر تیار نہیں ہوتے۔ اب جرمنی کو لیں، جس زمانے میں ہم اس کیس پر کام کر رہے تھے۔ جرمنی میں کسی شخص کو نوبل پرائز ملا۔ اس پرائز کے ساتھ دس لاکھ ڈالر بھی ملتے ہیں اس سے کسی نے پوچھا کہ اس پیسے کا کیا کرو گے؟ اس نے کہا کہ ایک تہائی سود پر لگا دوں گا اور چالیس فیصد نفع بخش کاروبار میں لگاؤں گا۔ مقصد یہ ہے کہ جرمنی والے بھی ربو سے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں، 19 ویں صدی تک یورپ نے ربو کو جائز قرار نہیں دیا تھا۔ بعد میں صرف اس حد تک جائز قرار دیا کہ اگر آپ اسے کسی کاروبار کے لئے دیتے ہیں، لیکن مگر کسی کو کسی ضرورت کے لئے دیتے ہیں تو یہ جائز نہیں۔

یہ معاملہ وفاقی شرعی عدالت کے پاس چلا گیا۔ اب صرف پارلیمنٹ اس معاملے کو دیکھ سکتی ہے۔ پارلیمنٹ کو ایکٹ آف انڈیمنٹی پاس کرنے کے پاور ہیں۔ آپ ضیاء کو لیں۔ انوار الحق نے دھوکے سے ضیاء کو ترمیم لانے کی اجازت دے دی اور ضیاء الحق نے آئین بحال کر دیا۔ مگر اس کی کوئی حیثیت نہ تھی جب تک آٹھویں ترمیم نہ آتی۔ اب جب یہ معاملہ آگے بڑھا کہ بہت سے کام ایسے ہیں جنہیں جائز قرار دیا جائے اس میں ربو کا بھی فیصلہ ہے۔ سپریم کورٹ تو ختم ہوگئی۔ وہ سپریم کورٹ جو دستور کے ماتحت تھی، وہ ہائی کورٹ جو دستور کے ماتحت تھی۔ ان کا کوئی وجود نہیں، یہ پی سی او کی عدالتیں ہیں۔ جب پارلیمنٹ ایکٹ آف انڈیمنٹی پاس کرے گی اس وقت وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا ربو کا فیصلہ سپریم کورٹ کا فیصلہ نہیں، اسے ہم رد کرتے ہیں۔ کیونکہ سپریم کورٹ سے اونچی تو کوئی عدالت نہیں۔ اگر اس نے اسے جائز قرار دے دیا تو یہ دستور کا حصہ بن جائے گا۔ اگر انہوں نے اسے آئینی سپریم کورٹ ماننے سے انکار کر دیا تو صورت حال دوسری ہوگی کہ یہ فیصلہ سپریم کورٹ کا فیصلہ نہیں، ایک ایسی عدالت کا ہوگا جس کی تشکیل آئین کے تحت نہیں ہوئی یوں یہ معاملہ حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا۔

چابک دستی جسٹس وجیہہ الدین نے دوران گفتگو کہا حکومت نے ربو کے بارے میں حالیہ فیصلے کے سلسلے میں عوامی ردِعمل سے بچنے کے لئے بڑی چابک دستی کا ثبوت دیا ہے۔ یوں یکا یک فیصلہ سامنے نہیں لایا گیا تا کہ کہیں عوامی ردِعمل کا طوفان نہ اٹھ کھڑا ہو۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے یعنی 19 جون کو مدارس آرڈیننس جاری کیا گیا۔ یہ ایک اہم معاملہ تھا۔ علماء کو قدرتی طور پر اس کی طرف متوجہ ہونا تھا اور وہ ہوئے۔ پوری قوم کی نظریں انتخابات پر لگی ہوئی ہیں اس کے تیسرے روز یعنی 22 جون کو کنڈکٹ آف جنرل ایکشن (ترمیمی) آرڈیننس لایا گیا۔ تمام دینی اور سیاسی جماعتیں اس کی طرف متوجہ ہوگئیں۔ جب یہ ہو گیا تو 24 جون کو اچانک ربو کا فیصلہ کر دیا گیا۔ اس کے فوراً ہی بعد پولیٹیکل آرڈر 2002ء نافذ کر دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ربو کے فیصلے سے پہلے اور بعد میں یکے بعد دیگرے ایسے معاملات لائے گئے جو نہایت غیر معمولی اور دیرپا اثرات رکھنے والے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک طے شدہ منصوبے کے تحت ایسا کیا گیا تا کہ ربو کے معاملے میں عوامی ردِعمل سے بچا جا سکے۔

(بشکریہ ہفت روزہ ''تکبیر'')

www.naqshbandiaowaisiah.com

انٹرویو

اسمٰعیل قریشی

یہ حیرت انگیز بھی ہے اور عبرت آمیز بھی، جو ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا، اسی ملک میں اسلام کے تحفظ، بقا اور فروغ کے لئے جنگ کی صورتحال موجود ہے یہ جنگ ثقافتی، فکری، نظریاتی، نشریاتی اور عدالتی محاذوں پر مختلف صورتوں میں جاری ہے۔ عدالتی محاذ پر لڑی جانے والی اس جنگ کے سپہ سالاروں میں ایک نمایاں نام محمد اسماعیل قریشی کا بھی ہے۔ یہ ان کی خوش بختی ہے کہ انہیں اس جنگ کے لئے ایسے ساتھی میسر آ گئے ہیں، جن کے لئے خود کو مسلمان کہلوانا کبھی شرمندگی یا ندامت کی بات نہیں رہی۔ ان میں ظفر علی راجہ، چوہدری عبدالرحمان، اسد علی باجوہ اور خضر حیات کی کاوشیں بھی اس جنگ کے لئے بہترین ہتھیاروں کا کام دے رہی ہیں۔ اسلام یا پیغمبر اسلام کے خلاف دریدہ دہنی کی جسارت ہو، کوئی توہین رسالت جیسی کمینگی پر اتر آئے، بذریعہ قانون نفاذ اسلام کا مرحلہ ہو یا حکومتوں کے غیر اسلامی اور منشائے شریعت کے خلاف اقدامات کو عدالت میں چیلنج کرنے کا معاملہ ہو، جناب محمد اسماعیل قریشی اور ان کے ساتھی وکلا سرگرم عمل اور سینہ سپر نظر آتے ہیں۔

جناب اسماعیل قریشی اور ان کے ساتھیوں کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ سود کے خلاف سب سے پہلے رٹ درخواست ان ہی کی طرف سے دائر کی گئی اور پھر مختلف عدالتی مراحل میں وہ اس کیس کی پیروی کرتے رہے۔ لاہور ہائی کورٹ کی لائبریری کے ایک گوشے میں ان سے ہونے والی ملاقات میں یہ عدالتی مراحل گفتگو کا موضوع رہے، سوالات و جوابات کی صورت میں یہ گفتگو قارئین کی نذر ہے۔

سوال :- سپریم کورٹ نے سود کے بارے میں شریعت کورٹ کا فیصلہ منسوخ کر کے اسے دوبارہ غور کے لئے بھیج دیا ہے، آپ اس مقدمے میں بطور وکیل پیش ہوئے آپ اس فیصلے کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ کیا آپ اپنا کیس صحیح طور پر پیش نہیں کر سکے۔؟

جواب :- ہم نے سب سے پہلے یہ اعتراض اٹھایا تھا کہ نظر ثانی کا دائرہ اختیار بہت محدود ہے اور حکومت نے جو اعتراضات اٹھائے ہیں وہ قابل سماعت نہیں ہیں، عدالت ان پر غور نہیں کر سکتی۔ حکومت کی پٹیشن ملاحظہ کی جائے اس میں جو اعتراضات اٹھائے گئے ہیں، وہ ایسے ہیں جن کا پہلے جواب دیا جا چکا ہے اور جب ایک مرتبہ فیصلے میں اعتراضات کا جواب دیا جاتا ہے تو پھر عدالت اس پر دوبارہ غور نہیں کر سکتی۔ بعض فیصلوں میں سپریم کورٹ نے یہی رولنگ دی ہے کہ اگر غلط بھی ہے تو انہیں اسی وقت پوائنٹ آؤٹ کرنا چاہئے تھا۔ اب فیصلہ ہو گیا ہے، حکومت نے جو اعتراضات اٹھائے ہیں کہ عدالت نے جو یہ ہدایات دی تھیں کہ ٹاسک فورس بنائی جائے، کمیٹیاں تشکیل دی جائیں، یہ اس کے دائرہ اختیار میں نہیں تھا۔ ان کا اختیار تو صرف یہی تھا کہ قرآن و سنت کے مطابق فیصلے کریں۔ لیکن انہوں نے (عدالت) جو کیا وہ قانون ساز اسمبلی کا کام ہے اس طرح انہوں نے اپنے دائرہ اختیار سے باہر کام کیا ہے، اس کے جواب میں ہم نے کہا کہ جناب بات یہ ہے کہ عدالت نے کوئی لاء نہیں بنایا، حکومت عدالت میں آئی کہ ہمیں اس کے متعلق بتائیں کہ سود ختم کرنے کے فیصلے پر عمل درآمد کرنا چاہیں، تو اس کا متبادل کیا ہوگا؟ ہمیں گائیڈ لائن دیں، عدالت نے گائیڈ لائن آپ کی سہولت کے لئے دی ہے حکومت کے وکیل کاظم رضا نے کہا کہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ٹاسک فورس اور کمیٹیاں تشکیل دینے کی ہدایت قانون سازی ہے اور اس کو چلانے کے لئے کیا میکنیزم ہوگا؟ تو ہم نے کہا کہ یہ تو حکومت کی درخواست تھی، منت کر رہے تھے کہ ہمیں بتائیں اور اگر عدالت نے بتا دیا تو اب کہہ رہے ہیں، یہ تو قانون سازی ہے۔ ہم نے کہا کہ اس وقت کیوں نہیں کہا گیا تھا، یہ محض اعتراض برائے اعتراض ہے اس کی کوئی وقعت نہیں، اس لحاظ سے بھی اس کو مسترد کر دیا جائے یہ قابل سماعت نہیں ہے۔ تیسرا اعتراض ہم نے یہ اٹھایا تھا کہ یہ جو بنچ تشکیل دیا گیا ہے اس میں پہلے قابل آدمی شامل تھے، وہ سپریم کورٹ کے جج تھے ان کو ہٹا دیا گیا، جبکہ آئین یہ کہتا ہے کہ شریعت اپیلٹ کورٹ جو پینل آف علماء کی لسٹ بنی ہوئی ہے یا تو وہاں سے لیں یا پھر شریعت کورٹ سے لیں اور اب یہ جو علماء آئے ہیں، جنہیں درآمد کیا گیا ہے تو یہ نہ تو شریعت کورٹ سے آئے ہیں اور نہ یہ پینل علماء میں شامل ہیں تو ان کو لا کر کیسے بٹھا دیا گیا۔؟

سوال:- آپ کن علماء کا ذکر کر رہے ہیں۔ کیا مستند علماء نہیں تھے۔؟

جواب:- ان میں ڈاکٹر خالد محمود تھے، جن کو مانچسٹر سے بلایا گیا۔ دوسرے رشید جالندھری صاحب تھے وہ بھی ڈاکٹر ہیں، لیکن ان کو مسلمہ عالم تو کسی نے تسلیم ہی نہیں کیا، اس لئے یہ ممبر نہیں کہلائے جا سکتے، سماعت سے آٹھ دن پیشتر جسٹس تقی عثمانی کو فارغ کر دیا گیا۔ جنہوں نے فیصلہ لکھا ہے، حالانکہ نظر ثانی کا تقاضا یہ ہے کہ یہ ان کے سامنے پیش کریں جنہوں نے فیصلہ لکھا ہے لیکن یہاں تو صورتحال یہ ہے کہ تقی عثمانی کو فارغ کر دیا گیا جن کی کنٹری بیوشن ہے، نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ملک بھی وہ مسلمہ عالم سمجھے جاتے ہیں، انہوں نے سود پر کتابیں لکھی ہیں، باہر جا کر لیکچر دیئے ہیں ایک ایسے شخص کو جو عالم ہے، جو مصنف بھی ہے، اسے فارغ کر کے ان دو کو لا کر بٹھا دیا مجھے تو حیرت ہے کہ چیف جسٹس نے کیسے ان کا نام رکمنڈ کر دیا جو نہ شریعت کورٹ سے آئے ہیں اور پینل آف علماء میں شامل ہیں، نہ ان کی کوئی کنٹری بیوشن ہے اس لحاظ سے ہم اس بنچ کو تسلیم نہیں کرتے، آپ اس پر فیصلہ کریں۔

سوال:- عدالت نے اس پر کیا فیصلہ کیا۔؟

جواب:- کہنے لگے، ہم فیصلہ کریں گے حکومت کو بھی سنیں گے، آخر وہ کیا کہتے ہیں اور جب حکومت کی باری آئی تو میں نے کہا۔ جناب حکومت کیسے آ سکتی ہے اور حکومت نے تو اس فیصلے کو تسلیم کیا ہے اور جب میعاد ختم ہونے والی تھی تو آپ کے پاس آ گئے کہ یو بی ایل آیا ہے، یہ ایک بیمار بینک ہے جو مر رہا ہے تو جناب اس معاملہ سے سک بینک کا کیا تعلق ہے؟ یو بی ایل کی آڑ لے کر حکومت پھر آ گئی اس کے بعد انہوں نے (حکومت) ایکسٹینشن مانگی اور انڈر ٹیکنگ دی اور عدالت سے وعدہ کیا اور یقین دلایا کہ ایک سال کے اندر عمل درآمد کر دیں گے اور اب حکومت یوٹرن لے رہی ہے اور کہتے ہیں، یہ نا قابل عمل ہے۔

سوال:- اس حوالے سے عام طور پر حکومت کی طرف سے یہی کہا جاتا ہے کہ یہ نا قابل عمل ہے، لیکن ایسا کوئی متبادل نظام پیش

www.naqshbandiaowaisiah.com

نہیں کیا جاتا، جس سے بینکنگ کا جو نظام ہے، وہ اسلامی نقطہ نظر سے جاری رہ سکے۔؟

جواب:- دیکھئے، وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ اختیار یہ ہے کہ جو موجودہ قوانین ہیں، انہیں دیکھے کہ یہ قرآن وسنت کے مطابق ہیں یا نہیں ہیں اور اگر وہ دیکھے کہ یہ قرآن وسنت کے مطابق نہیں ہیں تو وہ کہیں کہ ہم ان کو منسوخ کرتے ہیں اس کے بعد یہ مقننہ کا کام ہے کہ وہ دیکھے، کس طرح ان قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق بنانا ہے؟ متبادل دینے کے لئے تو ان کے پاس اختیار نہیں ہے، یہ اختیار تو قانون ساز اسمبلی کا ہے اور پھر قرآن وسنت کا کون سا قانون ہے، جس کا متبادل ہے؟ قرآن وسنت کا قانون تو صاف ہے تو وہی آئے گا۔

سوال:- یہ تو کہنے کی حد تک بات ہے مثلاً یہ کہنا کہ یہ کرسی بیٹھنے کے لئے ہے، لہٰذا کرسی بنائی جائے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کرسی کیسے بنے گی۔؟

جواب:- اس کے لئے سارا متبادل پیش کیا گیا ہے، شریعت کورٹ میں متبادل پیش کیا جا چکا ہے کہ کس طرح سے ہم چلائیں گے، مضاربہ کیسے ہوگا، مشارکہ کیسے ہوگا اور یہ جو فنڈز ہیں، سیونگ سرٹیفکیٹ ہیں ان کو کیسے کیا جائے گا۔؟ ایک ایک چیز کو واضح کیا گیا ہے، اب حکومت اعتراض کرتی ہے کہ عدالت کو اختیار نہیں حالانکہ حکومت کی درخواست ہوتی کہ متبادل دیں، یہ تو فراڈ ہے ایک چیز حکومت کو پیش کی گئی اسے مان لیا اور کہا کہ اس پر عمل درآمد کریں گے۔ پھر آخر میں کہتے ہیں کہ یہ ناقابل عمل ہے، اس سے بڑھ کر 14 کروڑ عوام اور عدالت کے ساتھ کوئی فراڈ نہیں ہوسکتا۔

سوال:- عام طور پر حکومت کی طرف سے یہی کہا جاتا ہے کہ یہ ناقابل عمل ہے دوسرے ایک عام کنفیوژن سا بھی ہے، مثال کے طور پر حکومت کے وکیل ریاض الحسن جیلانی نے ٹیلی ویژن پر یہ بات کہی کہ اگر یہ سسٹم نافذ کردیں گے تو اس کا نقصان یہ ہوگا کہ مضاربہ وغیرہ جیسی کمپنیاں مسلمانوں کے پاس رہ جائیں گی اور مالیات کا منافع بخش کاروبار غیر مسلموں کے پاس چلا جائے گا۔؟

جواب:- یہ جو کہا گیا ہے، اس کے لئے میں سخت الفاظ استعمال کروں گا بلکہ یہ انتہائی غیر دانش مندانہ بات ہے۔

سوال:- اس بات کی نفی میں آپ کیا کہیں گے۔؟

جواب:- سب سے پہلے ہمارے پاس مشارکہ ہے۔ اس میں ہوتا یہ ہے کہ دو پارٹیاں مل جاتی ہیں اور اس کے بعد اپنا سرمایہ لگاتی ہیں۔ ایک لاکھ ایک کے، ایک لاکھ دوسرے کے، دونوں، کاروبار میں آجاتے ہیں، دونوں کو دلچسپی ہوتی ہے کہ کاروبار میں نقصان نہ ہو، اب وہ دولت گردش کرنا شروع ہوگئی۔ بینک بھی کیا کرتا ہے۔؟ آپ کو شریک کرتا ہے اور یہ فکس کردیتا ہے کہ سو روپے پر سات فیصد دیں گے۔ تو یہ ربوٰ ہوگیا لیکن اگر منافع فکس نہ ہو اور نفع نقصان میں برابر ہو اور منافع شیئر کے حساب سے تقسیم ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ این جی اوز نے بھی بنا کر پیش کیا انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سینٹرز اسلام آباد نے پورا بنا کر پیش کیا، پھر خود شریعت کورٹ نے بھی متبادل بنا کر پیش کیا کہ اس پر

www.naqshbandiaowaisiah.com

عمل کریں مضاربہ میں یہ ہوتا ہے کہ مثلاً آپ کے پاس پیسے ہیں اور میرے پاس ہنر ہے تو میں آپ کو پیشکش کرتا ہوں کہ میرے پاس یہ مہارت ہے آپ سرمایہ لگائیں اور میں اس طرح کام کروں گا۔ لیکن اس میں مشارکہ کی طرح نفع یا منافع پہلے سے طے شدہ نہیں ہوگا اور یہ ہوگا کہ اتنا فیصد آپ کو ملے گا اور اتنا فیصد سرمایہ لگانے والے کو ملے گا لیکن یہاں بھی فکس نہیں ہے لیکن جو نفع یا نقصان ہوگا، اس کی بنیاد پر تقسیم ہوگی، مضاربے میں بھی دونوں شریک ہیں ایک کا پیسہ لگا ہوا ہے اور ایک کی محنت اس طرح پیسہ گردش میں آ رہا ہے تیسری چیز ہے مرابحہ مثلاً میرے پاس پیسے نہیں ہیں اور وہ میں لینا چاہتا ہوں اور آپ سے کہتا ہوں کہ یہ یہ چیز چاہئے، آپ کے پاس پیسے ہیں، آپ وہ چیز خرید کر مجھے کہتے ہیں کہ میں نے یہ چیز سو روپے میں خریدی ہے اور ایک سو بیس میں دوں گا۔ یہ ایک بیع کی شکل ہے تو مشارکہ یا مضاربہ مرابحہ کی وجہ سے یہ سارا کاروبار مسلمانوں کے پاس ہی رہے گا اور اس کے بعد جب اسلامی ریاست آ جاتی ہے تو پھر اس میں تو وہی نظام معیشت ہوگا۔

سوال :- لیکن ہماری تو اسلامی ریاست نہیں ہے ناں، نہ ہمارے قوانین اسلامی ہیں، نہ نظام اسلامی ہے اور نہ .....؟

جواب :- آپ کیسے کہہ سکتے ہیں، آپ اپنا آئین دیکھیں اگر آپ آئین سے انکار کر دیں گے تو پھر ٹھیک ہے کہ اسلامی نہیں ہے، سب سے پہلے کیا کہا گیا ہے، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین۔

سوال :- لیکن بات.....؟

جواب :- آپ بات تو سنیں ناں، میں آئینی کمیٹی کا چیئرمین تھا ہم نے آرٹیکل ٹو شامل کروایا کہ اسلام ریاست کا مذہب ہے اور جب یہ ریاستی مذہب ہے اور اسٹیٹ کیا ہوتی ہے۔؟ مقننہ انتظامیہ اور عدلیہ اور یہ تینوں اسلام کا قانون نافذ کرنے کے پابند ہیں آپ اس سے باہر نہیں جا سکتے اور ظفر علی شاہ کیس میں بھی کہا گیا ہے کہ آئین میں جو اسلامی دفعات ہیں، ان کو کوئی چھیڑ نہیں سکتا، پھر آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی نظام نہیں ہے۔

سوال :- اب تک ہمارے جتنے بھی آئین بنے ہیں، 56ء، 62ء، 73ء کا آئین ان سب میں یہ کہا گیا ہے کہ سود کو ختم کیا جائے لیکن آج تک کسی حکومت نے اسے ختم نہیں کیا تو کیا آئین کی خلاف ورزی کے حوالے سے یہ دفعہ لاگو ہوتی ہے۔؟

جواب :- دیکھیں پہلے آئین میں تو یہ نہیں تھا، یہ 73ء کے آئین میں آیا ہے اور دس سال تک کی مہلت دی گئی تھی کہ دس سال تک اسے چیلنج نہیں کیا جا سکتا اور جب دس سال گزر رہے ہیں تو سپریم کورٹ میں ہم نے دعوی دائر کیا۔ میں، ظفر علی راجہ اور چوہدری عبدالرحمٰن، ہم تینوں نے دعویٰ دائر کیا پھر وہاں اسلام آباد جا کر لڑتے رہے اور سپریم کورٹ نے ہماری بات مانی اور ہمارے حق میں فیصلہ دیا، ایس ایم ظفر صاحب حکومت کی طرف سے وکیل تھے انہوں نے ایک سال کی مہلت مانگی، لیکن عدالت نے 6 ماہ کی مہلت دی۔ اور 1991ء میں حکومت نے اپیل دائر کر دی اسکے بعد 2000ء میں اس کا فیصلہ ہوا اور پھر حکومت کو ایک سال کی مہلت مل گئی کہ 2001ء تک اس پر عملدرآمد کرے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

حکومت پانچ سال کی مہلت مانگ رہی تھی لیکن عدالت نے ایک سال کی مہلت دی اور جب عملدرآمد کا وقت آیا تو یو بی ایل نے نظر ثانی کی درخواست دیدی، اور جو کچھ ہوا، وہ سب آپ کے سامنے ہے۔ نظر ثانی میں وہ سوالات اٹھائے گئے، جن کا سماعت میں جواب دیا جاچکا تھا اور ان کے فیصلے بھی آ گئے تھے اور یہ جوانہوں نے نام دیئے ہیں سرسید احمد خان، طنطاوی اور فضل الرحمٰن کہ یہ لوگ مغرب سے بہت زیادہ متاثر تھے جبکہ افراد کے بجائے ساری امت کا اجماع ہے، سود ہر قسم کا حرام ہے، وہ چاہے ذاتی ضرورت کیلئے ہو، تجارتی ہو یا صنعتی ضرورت کیلئے ہو۔

سوال :- سپریم کورٹ نے جو فیصلہ کیا ہے تو کیا یہ اسلامی قوانین اور روایت کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔؟

جواب :- دیکھیں انہوں نے جو فیصلہ کیا ہے اس میں سود کے متعلق یہ نہیں کہا، حرام ہے یا حلال ہے۔؟ حالانکہ حکومت نے اسے حلال کرنے کی پوری کوشش کی ہے، لیکن عدالت نے اس سلسلے میں اپنا فیصلہ نہیں دیا۔ انہوں نے کہا کہ جو اعتراضات اٹھائے گئے ہیں، ان پر دوبارہ غور کریں حالانکہ یہ چیز جب پہلی وفاقی شرعی عدالت میں آئی تھی، اس وقت درخواست دی تھی، میاں محمد نواز شریف نے کہ ہم نظر ثانی کرانا چاہتے ہیں تو میں نے قاضی حسین احمد صاحب کیطرف سے یہ نکتہ اٹھایا تھا کہ جناب یہ سنگین توہین عدالت ہے، اس کا مطلب ہے کہ حکومت یہ کہتی ہے کہ سپریم کورٹ کے جج نااہل ہیں اور جنہوں نے فیصلہ کیا ہے، وہ ان سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اس لئے ان کے پاس لے جارہے ہیں، لہٰذا اس بنیاد پر حکومت کے خلاف کارروائی کی جائے اور اس وقت شیخ صاحب بنچ کے ممبر تھے اور انہوں نے اس وقت کہا تھا کہ ہم یہ نہیں کر سکتے اور ان کی درخواست کو مسترد کرتے ہیں۔ جج صاحب نے اس پر نوٹ لکھا کہ یہ ان کی (حکومت) انتہائی غلط درخواست ہے اور ہم اسے مسترد کرتے ہیں، ان کی درخواست خارج ہوئی اور ہماری درخواست رکھ لی گئی کہ اس پر بعد میں فیصلہ کریں گے، لیکن پھر انہوں نے کہا کہ جب ہم نے فیصلہ دے دیا ہے تو پھر ان کے خلاف انہوں نے کوئی ایکشن نہیں لیا، کیونکہ اس فیصلے کے بعد نواز شریف بھی جاچکا تھا اس لئے کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔

سوال :- ایک نہایت اہم اور نازک اسلامی مسئلہ پیش ہوا تھا تو ہم دیکھتے ہیں کہ بے شمار اسلامی این جی اوز اور دینی جماعتیں اور گروپس جو اسلام کے نام پر جانیں دے رہے ہیں، لیکن اس میدان میں وہ کبھی سامنے نہیں آئے، علمی سطح پر یا قانونی سطح پر کوئی شخص سامنے نہیں آیا، اس کی کیا وجہ ہے۔؟

جواب :- ایسا نہیں ہے تمام مکاتب فکر کے علماء، وہاں موجود تھے، دیوبندی، بریلوی اب دیکھیں، ڈاکٹر سرفراز نعیمی بریلوی ہیں۔ سمیع الحق گروپ کے بھی آدمی موجود تھے، مجلس ختم نبوت کے بھی تھے اور جماعت اسلامی تو کھل کر سامنے تھی، لیاقت بلوچ موجود تھے پھر جیورسٹ فورم کے لوگ بھی آ کر بیٹھ گئے تو جو این جی اوز امریکہ کے پے رول پر ہیں، ویسٹ یا یورپ کی، ان سے ہم کیا توقع رکھ سکتے تھے کہ وہ آئیں لیکن یہاں جو اسلامی تنظیمیں موجود ہیں، ان سب

www.naqshbandiaowaisiah.com

کے لوگ موجود تھے اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم ان کی صحیح ترجمانی کر رہے ہیں۔

سوال :۔ کیا یہ درست ہے کہ اس فیصلے سے سودی نظام ختم ہونے کا معاملہ سرد خانے میں چلا گیا ہے۔؟

جواب :۔ جی ہاں اس فیصلے نے اسے زیرو پوائنٹ پر پہنچا دیا ہے جہاں سے شروع ہوا تھا (وہیں) پر لے جا کر کھڑا کر دیا ہے۔

سوال :۔ حکومت نے جو یہ یوٹرن لیا ہے، ساری پروسیڈنگ میں آپ موجود تھے، کیا کوئی ایسا تاثر بھی سامنے آیا ہے کہ کوئی بین الاقوامی دباؤ ہو کہ، سود کو نہ ختم کیا جائے یا عالمی مالیاتی اداروں کا دباؤ تھا۔؟

جواب :۔ دراصل بات یہ ہے یہ انتہائی متعلق سوال ہے اور اس پر میں نے بڑی تفصیلی بات کی ہے میں نے کہا کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام ہے اور یہ گلوبلائزیشن ہے، جس کا لیڈر امریکہ ہے ان کی ساری معیشت سود کی بنیاد پر ہے اور اگر یہ ختم ہو جائے تو ان کی ساری اکانومی بیٹھ جائے گی۔ ان کی پوری کوشش تھی اور آپ ان کی مضبوط گرفت میں ہیں اور ہماری حکومتیں کیونکہ ان سے قرضے لیتی ہیں اور انہی قرضوں پر اپنے آپ کو کہتے ہیں کہ ہم زندہ ہیں تو یہ سارے کا سارا بالواسطہ یا بلاواسطہ دباؤ ہے، جس پر حکومت نے یوٹرن لیا ہے۔

سوال :۔ کہا جاتا ہے کہ ہمارے ملک میں دو طرح کی عدالتیں ہیں، ایک آئینی عدالت اور دوسری عوامی عدالت، جو اپنا فیصلہ خود سناتی ہے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اب جو نئے سرے سے یہ کیس لڑا جانا ہے، کیا اس میں عوامی عدالت کو بھی بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔؟

جواب :۔ میں نے پہلے ہی دن وہاں یہ ریکارڈ کرایا تھا کہ آپ کے فیصلوں کی منظوری کس سے ہونی ہے۔؟ پبلک سے، اگر عوام نے آپ کے فیصلوں کو مسترد کر دیا تو اس کی کیا وقعت رہ جاتی ہے؟ میں نے کہا کہ ہمارے عوام نے اسے مسترد کر دیا ہے اور اب اس کی وجہ سے تحریکیں اٹھیں گی۔ عوام نے اسے قبول نہیں کیا، عوام کہیں گے کہ جب ایک مرتبہ اسلام کے مطابق فیصلہ ہو گیا ہے، حرام حلال سب بتا دیا گیا ہے، پھر اس کے بعد بار بار اس فیصلے کو دوبارہ کھولنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ فیصلہ نافذ ہی نہ ہو۔ یہ یہودی ذہنیت ہے کہ چیزیں نکال کر تاویلات پیش کر کے اپنی بات منوائیں میں نے کہا، قرآن کی بلندیوں کو پہنچ نہیں سکتے تو اس کو نیچے لانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ لانے کی وجہ سے قرآن آ نہیں سکتا تو پھر اس کی وجہ سے جو تصادم پیدا ہو گا تو اسے روکنا مشکل ہو گا، پھر میں نے ایک بات ان کو بڑے واضح طور پر بتائی کہ کاظم رضا نے کہا کہ یہ ناقابل عمل ہے اور اس پر عمل ہوا تو انار کی پھیل جائے گی پوری اسلامی دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی، اس کے بعد انہوں نے 15 سو صفحات کی کتاب ہمیں دے دی تو اس میں میں نے ڈھونڈ کر نکالا کہ آئی ایم ایف کی رپورٹ ہے کہ ہم نے اپنے ماہرین کو بھیجا، انہوں نے جائزہ لیا، اس اسلامی سسٹم کا اور یہ قابل عمل ہے اور اس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر، پاکستان کی اسٹیٹ پاور وغیرہ کا جائزہ لے کر ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ قابل عمل ہے تو میں نے کہا کہ حکومت نے اپنے موقف کے حق میں جو مواد پیش

www.naqshbandiaowaisiah.com

کیا ہے، یہ تو قوم کے ساتھ فراڈ ہے وہ تو کہتے ہیں، قابل عمل ہے اور یہ کہتے ہیں کہ قابل عمل نہیں تو جناب وہاں وہ بیوروکریٹ آ گئے ایک اسٹیٹ بینک کا ڈپٹی گورنر اور ایک فنانس سیکرٹری اور یہ دونوں آ کر کہتے ہیں کہ یہ نا قابل عمل ہے اور اس کے بعد جتنے علماء وہاں سے آئے تھے، ساری دنیا کے علماء کہتے ہیں کہ قابل عمل ہے اور وہ دو آ کر کہہ رہے ہیں کہ نا قابل عمل ہے اور اس پر آپ نظر ثانی کر رہے ہیں اور تو چھوڑیے، میں نے کہا کہ آئی ایم ایف کا جو ایجنڈا آف گلوبل ولیج ہے اس کا سودی نظام ہے دنیا میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کیخلاف نفرت انگیز مظاہرے ہو رہے ہیں اور عالمی معیشت کے ماہرین کہہ رہے ہیں کہ سود سے نجات حاصل کرنا ہوگی، جاپان نے زیرو انٹرسٹ کر دیا ہے۔

سوال :- آئی ایم ایف نے بھی کہہ دیا، ہماری اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی کہہ دیا اور بہت ساری تنظیموں نے بھی کہہ دیا اور بے شمار لوگوں نے کہا ہے تو کیا یہ بہت نہیں ہوگا کہ انہیں ایک وقت مل گیا ہے، دوبارہ وفاقی شرعی عدالت سے سپریم کورٹ تک یہ چلے گا۔ اس دوران کوئی اسلامک فنانسنگ گروپ غیر سودی نظام کا بینک قائم کر کے دکھا دے۔؟

جواب :- یہ کام تو ہو رہا ہے المیزان بینک ہے اس کے علاوہ دوسرے اسلامی بینک بھی یہاں کام کر رہے ہیں، نیویارک میں بھی کر رہے ہیں اور انہیں وہاں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے، اسلامی بینک ایکویٹی والوں نے پورا آرٹیکل لکھا ہے، تو یہ ایک تخلیقی عمل ہے جو عقیدے کی بنیاد پر ہے اور ہماری حکومت کہتی ہے کہ عقیدے کو بنیاد بنائیں، یہ نہیں ہو سکتا، حالانکہ اس وقت غیر سودی نظام ایران میں چل رہا ہے، سوڈان میں چل رہا ہے تو مجھ سے پوچھا گیا، کیا وہ خالص ہے؟ میں نے کہا، اس میں شارٹ کمنگ ہوگی اور جب اسٹارٹ کریں گے تو شارٹ کمنگ خود بخود پوری ہوگی تو پھر وہ کہنے لگے کہ اچھا قریشی صاحب ہم متوازی نظام کے لئے انتظام کر دیں میں نے کہا کہ جناب حق اور باطل ایک ساتھ زندہ نہیں رہ سکتے۔ آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ صحیح اور غلط ایک ساتھ چل سکتے ہیں۔

سوال :- رائے عامہ کو بیدار کرنے کی بات ہوئی تھی۔؟

جواب :- رائے عامہ بیدار ہے، مساجد میں خطبوں میں یہ بات ہو رہی ہے۔

سوال :- لیکن یہ جو نیا آئینی پیکج آیا ہے کیا اس کے شور شرابے میں یہ معاملہ دب نہیں جائے گا۔؟

جواب :- نہیں، نہیں جناب، یہ اس میں دب نہیں جائے گا لوگ اٹھیں گے ابھی فیصلہ آیا ہے، پوری طرح ہم تک پہنچا نہیں ہے اور جب فیصلہ لوگوں کے پاس آئے گا تو اس کے متعلق تحریک اٹھے گی، تحریک اٹھے گی تو اسے روکنا محال ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ کون مسلمان ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ سود حلال ہے۔ حرام کا ''ح'' نکال دیں اور حلال کا ''ح'' نکال دیں تو رام لال بن گیا (ہنستے ہوئے) تو بنیاد بنا رہے ہیں، ملک کو رام لال بنانا چاہتے ہیں۔

(شکریہ ہفت روزہ ''تکبیر'')

www.naqshbandiaowaisiah.com

قلتِ کلام کا اہتمام

کثرتِ کلام جو ہے وہ اپنا اثر رکھتی ہے۔ طالب کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہاں بات کرے جہاں اس کی ذمہ داری ہو اور جہاں اس کی ذمہ داری نہ ہو وہاں محض باتیں کرنے کے لئے باتیں نہ کرے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 13-07-2002

اعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ o

سلوک وتصوف کے لئے جو راہیں متعین کی گئی ہیں ان میں سے ایک بنیادی اصول جس کے تین اجزاء مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ''شریعت وطریقت'' میں بیان فرمائے ہیں۔ وہ ہیں قلتِ طعام، قلتِ منام اور قلتِ کلام۔ یہ تینوں بنیادی ضرورتیں ہیں۔

کھانا کم کھایا جائے، نیند کم کی جائے اور باتیں کم سے کم کی جائیں تمام سلاسل تصوف میں ان تین باتوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے بلکہ اکثر سلاسل میں تو یہ مجاہدہ ادا رتا کرایا جاتا ہے کہ طالب کو اکیلا یا تنہا کر دیا، بندوں سے الگ کر دیا، کہیں تنہائی میں بیٹھ جائے، کھانے کی ایک مقدار متعین کر دی کہ اتنا ہی کھانا ہے۔

جب کھانا کم ہوتا ہے تو از خود نیند کم ہو جاتی ہے، جب کوئی وہاں ملنے نہیں جاتا تو قلتِ کلام از خود حاصل ہو جاتی ہے۔ ان سب کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دل میں یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ توجہ کسی ایک جگہ مرتکز کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

اگر آپ کھانا زیادہ کھائیں گے، نیند زیادہ آئے گی، اس میں خیالات زیادہ آئیں گے، باتیں زیادہ کریں گے تو جتنی زیادہ باتیں ہوں گی، جتنے موضوعات پر باتیں ہوں گی، اتنی توجہ تقسیم ہوتی رہے گی۔ ذہن اتنی طرف متوجہ ہوتا رہے گا۔ لہٰذا کسی ایک نقطے پر متوجہ ہونا مشکل ہو جائے گا۔

تمام سلاسل کی ابتدا اگر ذکر جہر سے نہیں ہوتی تو ذکر لسانی سے ضرور ہوتی ہے۔ اکثر سلاسل میں تو ابتدا ذکر جہر سے ہوتی ہے اور وہ بھی لا الہ الا اللہ سے، کچھ دیر الا اللہ پھر صرف اللہ اللہ، پھر اس کے بعد مراقبہ کرایا جاتا ہے کہ دیکھیں قلب اللہ اللہ کرتا ہے۔ اور بڑا وقت لگانے کے بعد کہیں جا کر قلب ''اللہ اللہ'' شروع کرتا ہے۔

بعض سلاسل میں ذکر جہر نہیں ہے لیکن ذکر لسانی ضرور ہے اور وہ بھی تقریباً اسی ترتیب سے۔ کم وبیش ترتیب یہی ہوتی ہے کہ ذکر لسانی کے دو چار بنا دیئے شعبے الگ الگ، پہلے یہ کرو پھر یہ کرو، پھر یہ کرو اور اس کے بعد قلب پر متوجہ ہو جاؤ۔ کسی نے کلمہ طیبہ کے جزو اول کو بنایا، کسی نے کچھ تسبیحات مقرر کر دیں اس سے پہلے کہ سبحان اللہ پڑھو، پھر الحمد للہ پڑھو پھر استغفار پڑھو پھر اللہ اللہ کرو۔ اس کے بعد قلب پر متوجہ ہو جاؤ۔ اس لئے کہ اس میں دونوں طرف ضرورت ہوتی ہے۔ ایک تو طالب کو ضرورت ہوتی ہے کہ اس میں قبولیت کی استعداد پیدا ہو اور جب تک اس کا قلب صحیح متوجہ نہیں ہوتا، قبول کیسے کرے گا۔

دوسرا یہ ہوتا ہے کہ فیض پہنچانے والے کی بھی وہ قوت نہیں ہوتی کہ باقی امور سے اسے چھڑا کر ایک کام پر لگا دے۔ تو دونوں طرف کی ضرورت ہوتی ہے کہ یہ محنت اور مجاہدہ کیا جائے سوائے نسبتِ اویسیہ کے۔

نسبتِ اویسیہ والوں نے یہ کہا کہ :

اوّل ما آخرِ ہر منتہی
آخرِ ما جیب تمنا تہی

کہ جہاں دوسرے انتہا کرتے ہیں ہم وہاں سے ابتدا کرتے ہیں۔ اور ہماری انتہا یہ ہے کہ مانگنے کو کچھ نہیں بچتا۔ اتنا ملتا ہے کہ سمجھ نہیں آتی کہ اب اور مانگا کیا جائے۔ نسبت اویسیہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

میں کھانے کا مسنون طریقہ جو ہے اس پر زور دیا جاتا ہے۔ قلت طعام کی ضرورت نہیں کہ بندہ اگر ایک پاؤ کھاتا ہے تو اسے ایک چھٹانک دی جائے۔ اس کی ضرورت نہیں۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایک دو لقموں کی طلب باقی ہو تو کھانا چھوڑ دیجئے۔ دو چار لقموں کی طلب باقی ہو تو جی چاہتا ہے کہ ابھی دو لقمے اور کھاؤں اس وقت کھانا چھوڑ دیا جائے، یہ مسنون طریقہ ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد فرمایا ہوا اور یہ نہ صرف کیفیات باطنی بلکہ صحت جسمانی کے لئے بھی ضروری ہے۔

مدینہ منورہ میں کسی بادشاہ نے، نام مجھے صحیح یاد نہیں، حاکم حبشہ نے اپنے کچھ معروف طبیب بھیجے اور اجازت چاہی نبی اکرم ﷺ سے کہ میرے پاس اچھے اچھے طبیب ہیں، میں چاہتا ہوں کہ وہ یہاں آپ کے پاس رہ کر آپ کے خدام کی خدمت کریں وہ آئے، کافی عرصہ ٹھہرے لیکن ان کے پاس کوئی مریض نہ آیا تو انہوں نے بارگاہِ نبوت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ یہاں تو ہمیں حکمت بھول جائے گی، ہم اپنا فن بھولتے جا رہے ہیں۔ یہاں تو ہمیں اتنے عرصے کے قیام میں کسی مریض کو دیکھنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا اور طب پر کوئی بات ہی نہیں ہوتی، بیماری کی بات ہی کوئی نہیں ہوتی، دوا کے متعلق کوئی بات ہی نہیں ہوتی تو اس طرح تو ہم اپنا فن بھول جائیں گے۔ اگر یہاں ہماری ضرورت نہیں ہے تو ہمیں رخصت فرما دیا جائے اور ساتھ ہی انہوں نے یہ سوال پیش کیا کہ ایک کرم اور فرمایئے، ہمیں یہ بتا دیجئے کہ یہاں یہ لوگ، آپ کے خدام بیمار کیوں نہیں ہوتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! کہ صرف ایک نسخہ ہے، وہ یہ کہ ابھی سیر ہونے میں 4,2 لقموں کی طلب باقی ہو تو کھانا چھوڑ دو۔ معدہ اسے آسانی سے ہضم کر لیتا ہے اور اس پر گرانی نہیں ہوتی، بدن کی نمو اور صحت کا سبب بنتا ہے، امراض پیدا نہیں ہوتے۔

تو ظاہری اعتبار سے، صحت کے اعتبار سے بھی یہ ضروری ہے کہ کھانے میں اتنی گنجائش رکھی جائے کہ دو چار لقموں کی بھوک باقی ہو تو کھانا چھوڑ دیا جائے اور وہی ہمارے ہاں سلسلہ کی طرف سے متعین ہے۔

قلتِ طعام، قلتِ منام اور قلتِ کلام سلوک اور تصوف کی بنیادی ضروریات ہیں۔

جہاں تک قلتِ منام کا تعلق ہے اس پر بھی سلسلہ اویسیہ والے کوئی پابندی نہیں لگاتے، کوئی قدغن نہیں لگاتے۔ اس لئے نہیں لگاتے کہ جب قلب ذاکر ہو جاتا ہے تو نیند کے عالم میں بھی قلب نہیں سوتا۔ دل کی اللہ اللہ چلتی رہتی ہے بلکہ بیداری سے زیادہ چلتی ہے کیونکہ جسم کی ضرورتیں ختم ہو جاتی ہیں، جسم کے سارے اجزاء نیند کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں، نہ کھانے کی بات نہ پینے کی فکر، نہ کسی کی بات سننی نہ کہیں اٹھنا نہ بیٹھنا تو اس عالم میں قلب زیادہ قوت سے زیادہ طاقت سے اللہ اللہ کرتا ہے۔ اس لئے اس پر بھی کوئی پابندی نہیں۔ تہجد ادا کرے، اللہ کا ذکر کرے، تلاوت کرے، دوپہر کو قیلولہ کرے، رات کو عشاء کے بعد سو جائے، تہجد کے لئے اٹھے، کوئی پابندی نہیں۔

تیسری بات ہے قلتِ کلام۔ یہ بہرحال ضروری ہے۔ کلام میں ایک تاثیر ہوتی ہے کہ جس سے بھی آپ بات کرتے ہیں وہ آپ کی بات سے آپ کی کیفیات، آپ کے اندر جو کچھ ہے اس کا کچھ نہ کچھ پرتو اخذ کرتا ہے۔ لیکن مقابل ہر جگہ آئینہ نہیں ہوتا۔ آئینہ جو کچھ اخذ کرتا ہے تو اسے لوٹاتا بھی ہے۔ لیکن بعض جگہ نہ صرف پتھر بلکہ کیچڑ لگے ہوئے پتھر ہوتے ہیں۔ جب مقابل بات کرتا ہے تو جو کچھ اندر ہے، جو کچھ اس کے باطن میں ہے اس کا پرتو اس کی بات میں ہوتا ہے اور یہ بالکل اسی طرح ہوتا ہے کہ پھر وہ ساری گرد جو اس طرف سے اڑتی ہے وہ آپ کے قلب پر بیٹھنا شروع ہو جاتی ہے۔

حضرت ؒ نے برسوں لنگر مخدوم میں رہ کر مجاہدہ کیا، تنہائی بھی تھی، الگ بھی تھے، دن رات ذکر اذکار کا ہی کام تھا اور گھنٹوں اور پہروں لطائف کیا کرتے تھے تو جب اجازت ملی تو رخصت ہو کر گھر تشریف لائے تو پھر اس تنہائی میں ایک بہت اعلیٰ پائے کی رفاقت بھی ہوتی ہے (صوفی تنہا نہیں ہوتا، جب تنہا ہوتا ہے تو اس

www.naqshbandiaowaisiah.com

کے پاس دنیا والوں سے کہیں اعلیٰ درجہ کے رفیق ہوتے ہیں) تو آپ نے تنہا رہنا ہی پسند فرمایا حتیٰ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادتِ مبارکہ تھی کہ حیاتِ دنیاوی میں بھی جو بات ارشاد فرماتے وہ اجتماعی انداز میں ارشاد فرماتے جس کے لئے فرمایا جاتا وہ خود سمجھ جاتا۔ کسی ایک کو مخاطب کر کے فرمانا عادت کریمانہ نہیں تھی ..... تو بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تو بات چل نکلی تو حضور ﷺ فرمانے لگے کہ اسلام کی عمارت جو ہے اس میں پتھر نہیں لگے، اس میں میرے صحابہ کی ہڈیاں لگی ہیں، اس میں سیمنٹ گارا نہیں لگا اس میں میرے صحابہ کا گوشت لگا ہے۔ اور اس میں پانی نہیں لگا اس میں میرے صحابہ کا خون لگا ہے، اس سے یہ عمارت بنی ہے۔

اب لوگ اس عمارت پر پتھر پھینکتے ہیں اور جو روک سکتے ہیں، جو بتا سکتے ہیں وہ گوشہ نشیں ہیں تو بالآخر سب کو ایک دن میدانِ حشر میں بھی آنا ہے۔ یہ بات حضرتؒ نے اپنے لئے تنبیہ سمجھی۔ چونکہ جب تقسیم ملک ہوئی اور پاکستان بنا تو ایک طوفان آ گیا تھا عظمتِ صحابہ پر اعتراضات کا۔ ایک تو مسلم لیگ کی قیادت میں اکثریت شیعہ حضرات کی تھی۔ پھر اس زمانے میں شیعہ مناظر کافی تھے۔ تو صحابہ کرام پر اعتراضات کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ جس کا جواب دینے والے چند نام تھے۔ مولانا عبدالحکیم قریشیؒ، احمد شاہ بخاریؒ، علامہ عبدالستار تونسوی مدظلہ، اور میدان مناظر کی رزم گاہ میں سب سے نمایاں نام تھا حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا۔

تو آپ (حضرت) سمجھ گئے کہ بات تو عمومی ہو رہی ہے لیکن تنبیہ میرے لئے ہے کہ میں جب اس کا رد کر سکتا ہوں، دفاع کر سکتا ہوں تو میں کیوں گوشہ نشیں ہوں چنانچہ آپ میدانِ عمل میں کود پڑے اور ملک بھر میں عیسائیوں کے خلاف مناظرے حضرتؒ نے کئے، ہندوؤں کے ساتھ کئے، سکھوں کے ساتھ کئے، جین مت والوں کے ساتھ کئے بدھوں کے ساتھ کئے اور سب سے زیادہ شیعہ مناظرین سے آپ کا مقابلہ رہا۔

> **جہاں دوسرے انتہا کرتے ہیں ہم وہاں سے ابتدا کرتے ہیں اور ہماری انتہا یہ ہے کہ مانگنے کو کچھ نہیں بچتا۔**

اب جب بات مناظرے میں چلی گئی، ہر قسم کے لوگ وہاں آ گئے ..... تو مناظرہ جو ہوتا ہے یہ نرا دلائل سے نہیں جیتا جاتا۔ اس کا اپنا ایک فن ہے۔ سوال و جواب کا بھی اپنا ایک فن ہے۔ نہ سیدھے جوابات سے جیتا جاتا ہے اور نہ سیدھے سوالات سے جیتا جاتا ہے۔ اور اس کے تین اصول ہیں ..... فوراً جواب دیا جائے۔ حاضر جواب ہو آدمی اور صرف جواب نہ دے اس سوال کا جواب نہ دے بلکہ ساتھ دو سوال بھی کر دے اور اگلے کو بھی کسی مصیبت میں ڈال دے۔ یہ ساری چیزیں جو تھیں ان سے جو غبار اٹھتا تھا اس نے جو قلبی مشاہدات تھے ..... درجات میں تو بلندی ہوئی۔ درجات میں تو کام ایسا تھا کہ جہاد تھا اور اس سے قوت میں، درجات میں تو بلندی ہوئی لیکن مشاہدات کے عالم میں پھر گرد جمنی شروع ہوئی۔

تو حضرتؒ فرماتے تھے کہ میں نے مشائخ سے اس کی بات کی کہ میں اس کام پر تو لگ گیا ہوں لیکن اس میں تو مجھے یہ مصیبت پیش آ رہی ہے تو انہوں نے فرمایا! کہ جو جھاڑو دیتا ہے اور صفائی کرتا ہے وہ دوسروں کے لئے تو جگہ صاف کر دیتا ہے لیکن اس کے اپنے کپڑے گرد آلود ہوتے ہیں یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے، تو جب آپ نے یہ کام کرنا ہے تو آپ کو کرنا ہے، کیجئے۔

تو کثرت کلام جو ہے وہ اپنا اثر رکھتی ہے بلکہ طالب کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہاں بات کرے جہاں اس کی ذمہ داری ہو اور جہاں اس کی ذمہ داری نہ ہو وہاں محض باتیں کرنے کے لئے باتیں نہ کرے۔ آپ خواہ بھلی بات کہتے ہیں، آپ پانی کی بالٹی بھر کر پھینکتے ہیں دیوار پر اسے دھونے کے لئے، آپ نے تو صاف شفاف پانی پھینکا لیکن اگر دیوار پر گرد ہوئی یا غلاظت ہوئی یا اس پر کوئی ناپسندیدہ چیز لگی ہو تو کیا جب پانی دیوار پر گرے گا تو آپ پر چھینٹے نہیں پڑیں گے۔ ہم اس غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ میں تو بھلی بات کر رہا ہوں ..... تُو تو بھلی کر رہا ہے لیکن جس سے کر رہا ہے وہ کیسا ہے، اس کا قلب کیسا ہے، وہاں سے جو ردِ عمل ہوگا، جو

www.naqshbandiaowaisiah.com

واپسی ہوگی وہ کیا ہوگی، اس کی زد میں تو بھی آئے گا۔

اکثر احباب خطوط میں لکھتے رہتے ہیں کہ جی وساوس بہت آتے ہیں یکسوئی نہیں ہوتی، انہیں مجھے لکھنے کی بجائے اپنا تجزیہ کرنا چاہئے کہ وہ کس قسم کی باتیں اوروں سے کرتے رہتے ہیں، کس قسم کے لوگوں سے کرتے ہیں اور دن بھر میں کتنی کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ کام تعویزوں سے تو نہیں ہوگا۔ ایسا تو کوئی تعویز نہیں ہے کہ آپ دیوار پر بالٹی پھینکیں اور آپ نے تعویز باندھا ہوا ہو، وہاں سے چھینٹیں اڑیں اور آپ پر نہ آئیں ایسا تو کوئی تعویز نہیں ہے۔

لہٰذا قلت کلام کو نسبت اویسیہ والوں نے بھی علی حالہٖ قائم رکھا ہے کہ غیر ضروری بات نہ کی جائے۔

اللہ نے جب ہمیں توفیق دی اور ہم حضرتؒ کی خدمت عالی میں لطائف کیا کرتے تھے اور مجھے جتنے لوگ بھی ساتھ تھے اس وقت جماعت میں سب سے زیادہ وقت لطائف میں لگانا پڑتا تھا۔ تو حضرت فرمایا کرتے تھے کہ نماز تو باجماعت پڑھا کرو لیکن سنتیں الگ پڑھ کر جاؤ، فرائض جماعت کے ساتھ پڑھو اور فرائض کے بعد پھر لوگوں سے الگ ہو کر، دور ہو کر سنتیں پڑھو ورنہ جتنی محنت کر کے تم لے جاؤ گے اس سے زیادہ نحوست دل پر لے کر پلٹو گے۔

اگر یہ عالم نمازیوں کا ہے.....

اس وقت یہ تھا اب جانے کتنی ترقی کر گیا، اب تو زمانہ ایک دم سے ترقی کر گیا، اب کیا ہوگا۔ میں پچاس کی دہائی کے آخری دور کی بات کر رہا ہوں اگر اس وقت یہ حال تھا تو نصف صدی اور گزر گئی اب کیا عالم ہوگا اس لئے نہیں کہ ہم بہت پارسا تھے، اس لئے کہ اتنی محنت نہیں ہو سکتی بندے سے جتنا وہ گرد و غبار اکٹھا کر لیتا ہے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ شام کا ذکر جو ہے اگر پوری یکسوئی اور محنت سے کیا جائے تو بڑی کامیابی یہ ہے کہ دن بھر کی جو گرد جمی ہوئی ہے وہ دھل جائے۔ باقی جو سحری پر ذکر ہو اس پر کوئی شرائط ملا کریں۔ یعنی اس کے باوجود کہ لوگوں سے اعراض کیا جائے، باتیں کم کی جائیں، مطلب کی بات کی جائے، غیر ضروری بات نہ کی جائے، اور غیر ضروری مجالس میں گپ شپ کے لئے نہ بیٹھا جائے، ضرورت کے کام کئے جائیں، ضروری بات جو ہے وہ کی جائے۔ اس کے باوجود یہ حال ہوتا تھا اور اگر آدمی خرافات میں پڑ جائے، گپیں سننے کو بیٹھ جائے، ہنسنے ہنسانے پر لگ جائے لطیفہ بازی میں لگ جائے، اس سے بڑھ کر خرافات سننے پر چلا جائے تو پھر وہ کتنی محنت کر سکے گا کہ سارے غبار کو شام کو دھو لے۔ زیادہ بنیادی بات یہ ہے کہ جسے طلب

> **صوفی کبھی تنہا نہیں ہوتا، جب تنہا ہوتا ہے تو اس کے پاس دنیا والوں سے کہیں اعلیٰ درجہ کے رفیق ہوتے ہیں۔**

ہو سلوک کی، تصوف کی، تزکیئے کی سلوک اور تصوف کی ضرورت کیا ہے؟ یہ ہے کیا بلا؟ ویز کیھم تزکیہ پاکیزگی، دل کی طہارت، نفاست، لطافت کہ دل اس قابل ہو جائے کہ برکاتِ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے اندر سمو لے۔

اب پرتو جمال کو سمونے کے لئے دل کی صفائی کی ضرورت ہے اسی کو سلوک اور اسی کو تصوف کہتے ہیں۔ جب یہ پرتوِ جمال جو ہے اس کی کیفیات آتی ہیں تو عبادت میں خلوص آ جاتا ہے، اطاعت میں لطف آ جاتا ہے، ایک ایک عمل کی کیفیات محسوس ہوتی ہیں اور بتقاضائے بشریت خطا بھی ہو سکتی ہے، گناہ بھی ہو سکتا ہے لیکن گناہ سے لذت اٹھ جاتی ہے، گناہ تلخ لگتا ہے، کڑوا لگتا ہے، پریشان کرتا ہے اگر گناہ ہو جائے تو پریشانی اس کی جو ہے وہ اس سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور احساس ہوتا ہے کہ یہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ وہ احساس دوبارہ گناہ کرنے سے روکنے کا سبب بن جاتا ہے۔ وہی احساس توبہ کہلاتا ہے جو دل کی اتھاہ گہرائی سے ایک احساس ندامت اٹھتا ہے اسی کو توبہ کہا گیا ہے۔

توبہ کا معنیٰ ہے رجوع، واپسی۔ صرف زبانی توبہ توبہ کہنا، توبہ نہیں ہوتا۔ توبہ یہ ہے کہ دل کی گہرائی سے شرمندگی محسوس کی جائے، ندامت محسوس کی جائے اور اللہ کے حضور واپسی ہو، اس کی بارگاہ میں رجوع کیا جائے اور اس سے مدد مانگی جائے کہ یہ خطا معاف بھی فرما اور آئندہ اس سے بچنے کی توفیق بھی عطا فرما۔ تو

www.naqshbandiaowaisiah.com

اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی زبان کی حفاظت کریں۔ زبان کی حفاظت دل کی حفاظت ہوتی ہے۔ نسبتِ اویسیہ میں جو توجہ ملتی ہے وہ بہت مضبوط، بہت قوی ہوتی ہے اور اتنا مضبوط واسطہ کسی طریقے، کسی سلسلہ تصوف میں نہیں جو سلسلہ اویسیہ میں ہے۔ بڑی محنت کے بعد ذکر قلبی پر لا کر پھر آگے کئی کئی سال ایک ایک لطیفے پر لا کر وہ لطائف پورے کرتے ہیں۔ عموماً اکثر سلاسل میں جہاں رسومات نہیں رہ گئیں..... پہلی بات تو یہ ہے اکثر سلاسل میں صرف رسومات رہ گئی ہیں، حقیقت رہی نہیں ہے۔ جہاں موروثیت آ گئی، صاحبزادے کو کچھ آتا ہے یا نہیں، وہ گدی نشین ہو گئے اور انہوں نے کچھ رسومات اور اس کے نام پر کچھ گیارہویں شریف کے نام پر، کچھ جلسے کے نام پر شروع رکھیں، کچھ تسبیحات کچھ رواج بنا دیئے، وہ بات الگ ہے..... جہاں واقعی ہے وہاں بھی کم و بیش دو دو سال ایک لطیفے پر لگ جاتے ہیں اور بعض سلاسل میں لطائف کی تعداد گیارہ تک بھی ہے۔ اب جس سلسلے میں گیارہ لطیفے ہیں تو بائیس سال چاہئیں لطائف کرنے کے لئے۔ پانچ ہیں تو دس سال چاہئیں۔ جبکہ نسبتِ اویسیہ میں ایک مجلس اور ایک نگاہ میں سات لطیفے کرا دیئے جاتے ہیں۔ تو یہ کمال اس کیفیت اور اس توجہ کا ہے جو بارگاہِ نبوی سے، جو مشائخ عظام کے سینوں سے، جو ان کی ارواحِ مقدسہ سے متوجہ ہوتی ہیں اور زندہ شیخ جو ہوتا ہے وہ تو ایک واسطہ ہوتا ہے درمیان میں، وہ اپنے پلّے سے کچھ نہیں کر رہا ہوتا، جو وصول ہو رہا ہوتا ہے وہ تقسیم کر رہا ہوتا ہے۔ اس تقسیم کو جو ہم تک پہنچتی ہے اسے اپنے اندر سمونے کے لئے جس کیفیت کی ضرورت ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ قلب کو غیر ضروری باتیں سننے سے بھی بچایا جائے اور اپنی غیر ضروری باتوں سے بھی بچایا جائے۔

یہود کی ایک قوم پر عذاب الٰہی ہوا اور اللہ کریم نے اس کا سبب بتایا کہ ان کی تباہی کے دو اسباب تھے۔ سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ کہ ان کا کھانا حلال نہیں تھا یہ حرام کھاتے تھے اور یہ جھوٹ سنتے تھے۔ یہ نہیں فرمایا کہ جھوٹ بولتے تھے، فرمایا جھوٹ سنتے تھے یعنی جھوٹوں کی محفل میں محض خرافات سننے کیلئے، محض پراپیگنڈہ سننے کے لئے، محض الزامات سننے کے لئے، ایک آدمی ڈیڑھ آنے کی مزدوری نہیں کرتا، دو آنہ، چار آنہ، آٹھ آنہ کی چائے کی پیالی ادھار پی رہا ہے لیکن ہوٹل میں بیٹھا ہوا امریکہ کے صدر کو صلواتیں سنا رہا ہے، یہ خرافات نہیں تو کیا ہے۔ وہ کیا بگاڑ رہا ہے اس کا؟ دوسرا اٹھتا ہے وہ ملکی سیاست پر تبصرہ کر رہا ہے، سیاست میں اس کا سارا حصہ اتنا ہے کہ اس کے پاس ایک ووٹ ہے اور وہ بھی اس سے کسی نے زبردستی لے لینا ہے اس میں بھی اس کی مرضی شامل نہیں۔ وہ مجبور اور بے بس ہے، کسی کا مزارع ہے، کسی کا ملازم ہے، اسے وہ انکار نہیں کر سکتا۔ اپنے سے کسی تگڑے (طاقتور) کو اس نے ووٹ دے دینا ہے..... اپنے ایک ووٹ پر اسے اختیار نہیں ہے لیکن زیر بحث وزیراعظم کو لایا جاتا ہے، گورنر کو لایا جاتا ہے، یہ ساری کیا ہیں، خرافات ہیں۔ یہ جو خرافات ہیں ان میں 99 فیصد حصہ ان الزامات کا ہوتا ہے جو وہ جانتا ہی نہیں کہ جس پر الزام لگائے جا رہا ہے اس نے کیا ہے یا کیا ہی نہیں، اس نے ایسا سوچا ہے یا نہیں، تیرے پاس کون سے ذرائع ہیں۔ پرویز مشرف کوئی انتہا تو نہیں ہے۔ میرے آپ جیسا ایک آدمی ہے۔ اللہ کی صنعت اسے کہاں لے آئی اس کے مطابق اس کا امتحان بھی ہوگا۔ اس کے مطابق اس کی جواب دہی بھی ہوگی اور کسی کو دوام نہیں ہے، ایک دن اسے بھی پیوند خاک ہونا ہے، حشر میں ہوگا، ہمارے ساتھ ہی اس کی جواب دہی بھی ہوگی، اسے اس کا اپنا جواب دینے کے لئے چھوڑ دو بھئی تم جو کر سکتے ہو تم مثبت کام کرو، نیک کام کرو، بھلائی کی بات کرو۔ آپ اور میں کسی کے جج ہیں؟ آپ اور میں کسی سے حساب لینے کے مکلّف ہیں؟ اگر نہیں تو برائی کو روکو، دوسرے کو نہیں روک سکتے تو اپنے ایک وجود کو تو برائی سے روک لو۔ یہ بھی تو برائی کا روکنا ہے کہ معاشرے میں ایک فرد تو جھوٹ بولنا چھوڑ دے، سود کھانا چھوڑ دے،

نسبتِ اویسیہ میں ایک مجلس اور ایک نگاہ میں سات لطیفے کرا دیئے جاتے ہیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

برائی کرنا چھوڑ دے۔ پوری قوم میں موومنٹ چل رہی ہے، سودی نظام ختم کر دیا جائے اور ساری قوم سود کھا رہی ہے۔ یہ کیا عجیب دھرا پن ہے کہ سارے سود کھا رہے ہیں اور جلسے کر رہے ہیں، میٹنگیں ہو رہی ہیں، ہوٹلوں میں کانفرنسیں ہو رہی ہیں کہ سود روک دیا جائے، سودی نظام ختم کر دیا جائے کسی ایک سے پوچھ لو کہ تم اپنے سرمائے پر کیا سود نہیں لیتے۔ یہ سود خور کیا سودی نظام کو روکیں گے؟

ان خرافات سے یہ کیفیات جو دل میں آتی ہیں وہ تباہ ہوں گی۔ کھانے میں اگر حرام شامل ہوگا، سود شامل ہوگا، زبردستی کا لوٹ کا، دھوکے سے لیا ہوا روپیہ شامل ہوگا تو بھی بات نہیں بنے گی۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا یاایھا الرسل کلوا من الطیب واعملوا صالحا پاکیزہ کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ جب انبیاء کو مخاطب کیا جاتا ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اگر رسولوں کے لئے یہ حکم ہے تو دوسرا کوئی بھی اس سے بری نہیں ہے، یہ حکم سب کے لئے ہے۔ اور یہاں حلال نہیں فرمایا۔ حلال کے بعد پاکیزہ بھی ہے، یعنی اگر حلال کما کر لائے کوئی شخص..... دودھ کا ایک گلاس ہے، اپنی بھینس کا تازہ دودھ دھو کر لایا اپنی محنت سے پالی ہے اگر اس میں پیشاب کا ایک قطرہ گر گیا تو طیب تو نہ رہا۔ فرمایا نہ صرف حلال بلکہ غذا طیب ہو، پاکیزہ ہو اور عمل نیک کرو۔ عمل نیک، غذا کے بعد فرما کر اس میں ایک یہ اشارہ بھی دے دیا کہ نیک عمل کی توفیق بھی رزقِ حلال ہی سے ہوگی۔ حرام کھا کر نیکی کرنے کی توفیق نہیں ہوگی۔ اگر غذا حلال نہیں ہوگی، اگر دھوکا دے کر کسی کا چھین کر، ڈاکہ مار کر، چوری کر کے لے آئیں گے تو وہ کھا کر نیکی کی توفیق نہیں ہوگی۔ رزقِ حلال ہو اور مسنون طریقے سے اس میں دو چار لقموں کی گنجائش رکھ کر کھایا جائے اور عشاء پڑھنے کے بعد بے شک سو جائیں کوئی پابندی نسبتِ اویسیہ کی طرف سے نہیں ہے۔ اور تہجد ادا ضرور کرو اس کے ساتھ ذکر کرو دن کو ہے فرصت تو قیلولہ کرو، سنت ہے،

زندہ شیخ جو ہوتا ہے وہ تو ایک واسطہ ہوتا ہے درمیان میں، وہ اپنے پلّے سے کچھ نہیں کر رہا ہوتا، جو وصول ہو رہا ہوتا ہے وہ تقسیم کر رہا ہوتا ہے۔

کوئی منع نہیں ہے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر آرام کر لیں، اٹھ کر ظہر ادا کریں، اپنا کام کاج کریں۔ کھائیں بھی سوئیں بھی لیٹیں بھی لیکن سب کچھ مسنون طریقے کے مطابق ہو اور اس کے بعد باتوں میں احتیاط، یہ لازمی ہے، یہ ضروری ہے اور اس کے بغیر بات نہیں بنتی۔ یہ چند بنیادی باتیں ہیں۔ ایک ہی بات کے تین حصے ہیں جس میں سلسلہ عالیہ میں دوسروں کی نسبت بہت سی گنجائش ہے۔ لوگ اپنا کاروبار بھی کریں اور انہیں فنافی الرسول بھی نسبت ہو۔ کسان ہل چلائے، دکاندار تجارت کرے، ملازم، ملازمت کرے اور اس کی روحانی بیعت بارگاہِ نبوی میں بھی ہو یہ آسان کام نہیں ہے۔

حضرت ؒ کے گاؤں کے باہر ایک مزار ہے اور آپ کی ابتداء میں یہ عادت مبارک تھی کہ جب کسی ساتھی کو مراقبات ثلاثہ، یہ سارے کعبہ اور اس کے بعد بارگاہِ نبوی تک پہنچاتے تو پھر برزخ میں کلام کرنے کا سلیقہ بھی سکھاتے تھے تو اسے ساتھ لے کر حضرت خود تشریف لے جاتے اور اس مزار پر بیٹھ کر اس سے اسے بات کرنے کا طریقہ سکھاتے کہ اچھا یہ عرض کرو وہ کیا جواب دیتے مجھے بتاؤ، اب تم یہ کہو، اب وہ کیا فرماتے ہیں یہ بتاؤ۔ تو ان کے بارے حضرت فرماتے تھے کہ میں نے ان سے پوچھا تم کون ہو اور یہاں کیسے ہو تو وہ کہنے لگے کہ میں یہاں کا رہائشی نہیں ہوں، یہاں سے تیس چالیس میل دور کا رہنے والا ہوں اور میں تصوف اور سلوک سیکھنے کے لئے کسی زمانے میں پیدل چلتا ہوا دہلی پہنچا۔ یہاں سے چل کر دہلی تک مجھے ایسا شخص نہ ملا جو مجھے اللہ اللہ سکھاتا۔ وہاں مجھے شیخ نصیب ہوا اور پچیس برس میں نے وہاں گزارے اور پچیس برسوں میں انہوں نے مجھے فنا الرسول کروا دیا اور فرمایا کہ اب اس سے آگے تو میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ میں جو جانتا تھا وہ میں نے تجھے عطا کر دیا اب تم واپس چلے جاؤ لیکن اپنے علاقے میں، اپنے گاؤں میں، اپنے گھر مت جانا ورنہ یہ سب ضائع ہو جائے گا۔ وہاں کا ماحول، وہاں کی رشتہ داریاں، برادریاں،

www.naqshbandiaowaisiah.com

ان کے جھگڑے، وہاں کے تماشے تمہیں اپنی طرف کھینچ لیں گے اور یہ ضائع ہو جائے گا۔ اسے اگر سنبھال کر رکھنا ہے تو گھر سے دور ہی کہیں وقت بسر کر جاؤ۔ تو فرماتے تھے کہ میں یہاں آ کر بیٹھ گیا اور یہاں چھوٹا گاؤں اور ویرانہ سا ہوتا تھا تو باقی عمر میں نے یہاں بسر کر دی، نہ گھر بنایا نہ شادی کی نہ کسی سے ملا اور نہ گھر والوں کے پاس واپس گیا اور اس نعمت عظمیٰ کی حفاظت کر کے اسے اپنے ساتھ برزخ میں لے آیا۔

کہاں وہ مجاہدہ اور کہاں یہ رعایت کہ اپنا کام کاج بھی کریں، بیوی بچے پالیں، اپنے گھر بسائیں اور فنافی الرسول بھی ہوں۔ ملازمت کریں، دکانیں چلائیں، مزدوری کریں اور فنافی الرسول بھی ہوں۔ تو اس نعمت عظمیٰ کو اگر یوں لوٹ میں ملے..... یہ تو لوٹ میں ملنے والی بات ہے..... لوٹ میں بھی ملے تو سونا یا ہیرا جو ہوتا ہے وہ کم قیمت نہیں ہو جاتا۔ اگر کسی کو مفت میں بھی ہیرا مل جائے تو اسے سمجھنا چاہئے کہ میرے پاس ہیرا ہے۔ لیکن انسانی مزاج ایسا ہے کہ مفت کی چیزوں کی قدر اس کے پاس کم ہو جاتی ہے۔ یہ خطرہ اس نسبت میں موجود رہتا ہے کیونکہ یہاں بے حساب ملتا ہے اور بے تکلف ملتا ہے اور بلا تکلیف ملتا ہے۔ تو لوگ ضائع بھی کرتے ہیں۔ اور جو کر بیٹھتے ہیں ان کا انجام بھی ہم نے دیکھا ہے۔ بہت بُرا انجام ہوتا ہے۔ چونکہ وہ چیز جو سلب ہوتی ہے یہ اتنی دھنسی ہوئی ہوتی ہے دل میں کہ جیسے آپ کوئی بہت بڑا درخت اکھیڑ دیں اور اس کی جڑیں اس کے ساتھ بہت سی مٹی بھی لے آتی ہیں جس سے ایک بہت بڑا گڑھا بن جاتا ہے۔

جب تصوف سے کوئی گرتا ہے تو اس کی کیفیات جب دل سے سلب ہوتی ہیں تو ساتھ ایمان و یقین کو بھی لے جاتی ہیں۔ ایمان پر خاتمہ مشکل ہو جاتا ہے۔ کم از کم میں نے دو چار بندوں کو جو بہت اونچے مقامات سے گرے ہیں حضرتؒ کے ساتھ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں ان میں سے کسی کو ایمان پر مرتے میں نے نہیں دیکھا۔

> **کہاں وہ مجاہدہ اور کہاں یہ رعایت کہ اپنا کام کاج بھی کریں، بیوی بچے پالیں، اپنے گھر بسائیں اور فنافی الرسول بھی ہوں۔**

اب یہ تو ویسے اصول بھی ہے کہ آپ جتنی بلندی سے کسی کو نیچے پھینکیں گے، جتنی بلندی سے گرے گا اتنا ہی چکنا چور ہوگا۔

یہ نعمتِ عظیم ہے اور اللہ کی عطا ہے اور ہمیں تو مفت بھی نہیں بلکہ زبردستی پکڑ کر اگلوں نے دے دی۔ اب اس کی اتنی ہی قدر و قیمت بھی اللہ کریم چاہتے ہیں۔ بارگاہِ نبوی ﷺ میں اس کی قدر و قیمت کا احساس ہی برکات کے حصول کا سبب ہے اور اس کے لئے یہ بنیادی اصول ہیں، آدمی پوری کوشش کرے۔ آگے اللہ مالک ہے جہاں آدمی بے اختیار ہو جاتا ہے وہاں وہ مکلف نہیں رہتا، لیکن کوشش کریں اپنے سرمائے پر سود نہ لیں۔

سود سے بہر حال بچیں دوسروں کا حق مارنے کی کوشش نہ کریں، رزق کو حلال رکھیں۔ کھانے میں تھوڑی سی گنجائش رکھ کر کھائیں، ڈٹ کر سوئیں لیکن کام کے وقت کام بھی ڈٹ کر کریں، عبادت کے وقت عبادت بھی ڈٹ کر کریں۔ ان دونوں باتوں میں تو ایک حد تک رخصت ہے لیکن قلت کلام کا اہتمام کیجئے اس پر ہمارے ہاں بہت بے احتیاطی ہوتی ہے۔ جس کے نتیجے میں پھر آپ شکایت کرتے ہیں کہ جی وساوس تنگ کرتے ہیں، یکسوئی نہیں ہوتی، مراقبات میں بیٹھتا ہوں تو یاد ہی نہیں رہتا کہ کون سا مراقبہ کہاں چھوڑا تھا۔ اس سارے کا سبب ہمارا خرافات سننا یا خود فضول باتیں کرنا ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے، توفیق اللہ کریم کے پاس ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری خطائیں معاف فرمائے اور ہمیں ثابت قدم رکھے، اپنی اور اپنے حبیب کی محبت عطا کرے اور ان برکات سے بہرہ مند فرمائے۔

درخواست برائے دعائے مغفرت

شرافت خان گلگت، شمالی علاقہ جات کے والد صاحب قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے اُن کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

محمد نواز (گوجرہ) کی ممانی صاحبہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

قیام پاکستان سے اب تک کے وفاقی بجٹوں کا حجم

قیام پاکستان کے بعد پاکستان کا پہلا بجٹ مالی سال 49-1948ء کے لئے پیش کیا گیا جس کا حجم صرف 89 کروڑ 57 لاکھ روپے تھا۔ جو اب بڑھ کر 2 کھرب 42 ارب روپے ہوگیا ہے۔ مالی سال 85-1984ء کے بعد سے ہر سال بجٹ کے حجم میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا۔ اسکی بڑی وجہ بڑے پیمانے پر عالمی مالیاتی اداروں سے لئے گئے قرضوں کی اصل زر اور سود کی قسط کی ادائیگی کے لئے مختص کی گئی۔ بجٹ کے حجم میں یکدم سب سے زیادہ اضافہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں مالی سال 76-1975ء میں ہوا۔ بجٹ حجم 3 گنا بڑھ گیا۔ (قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں بجٹ میں سال در سال اضافہ.....بشکریہ خبریں)

مالی سال	وزیراعظم / صدر	بجٹ حجم
49-1948ء	لیاقت علی خان	89 کروڑ 57 لاکھ روپے
50-1949ء	لیاقت علی خان	ایک ارب 11 کروڑ 28 لاکھ روپے
51-1950ء	لیاقت علی خان	ایک ارب ایک کروڑ 64 لاکھ روپے
52-1951ء	لیاقت علی خان	ایک ارب 59 کروڑ 85 لاکھ روپے
53-1952ء	خواجہ ناظم الدین	ایک ارب 58 کروڑ 42 لاکھ روپے
54-1953ء	محمد علی بوگرہ	ایک ارب 44 کروڑ 85 لاکھ روپے
55-1954ء	محمد علی بوگرہ	ایک ارب 17 کروڑ 95 لاکھ روپے
56-1955ء	محمد علی بوگرہ	ایک ارب 21 کروڑ 4 لاکھ روپے
57-1956ء	حسین شہید سہروردی	ایک ارب 38 کروڑ روپے
58-1957ء	اسماعیل ابراہیم چندریگر	ایک ارب 31 کروڑ 39 لاکھ روپے
59-1958ء	ملک فیروز خان نون	ایک ارب 43 کروڑ 76 لاکھ روپے
60-1959ء	جنرل ایوب خان	ایک ارب 54 کروڑ 8 لاکھ روپے
61-1960ء	جنرل ایوب خان	ایک ارب 59 کروڑ 95 لاکھ روپے
62-1961ء	جنرل ایوب خان	ایک ارب 85 کروڑ 30 لاکھ روپے
63-1962ء	جنرل ایوب خان	2 ارب 32 کروڑ 72 لاکھ روپے
64-1963ء	جنرل ایوب خان	2 ارب 45 کروڑ 30 لاکھ روپے
65-1964ء	جنرل ایوب خان	2 ارب 97 کروڑ 37 لاکھ روپے
66-1965ء	جنرل ایوب خان	4 ارب 63 کروڑ 56 لاکھ روپے
67-1966ء	جنرل ایوب خان	5 ارب 63 کروڑ 56 لاکھ روپے
68-1967ء	جنرل ایوب خان	6 ارب 40 کروڑ 51 لاکھ روپے
69-1968ء	جنرل ایوب خان	7 ارب 53 کروڑ 33 لاکھ روپے
70-1969ء	جنرل یحییٰ خان	7 ارب 90 کروڑ 34 لاکھ روپے
71-1970ء	جنرل یحییٰ خان	8 ارب 50 کروڑ 58 لاکھ روپے
72-1971ء	جنرل یحییٰ خان	8 ارب 77 کروڑ روپے
73-1972ء	ذوالفقار علی بھٹو	8 ارب 95 کروڑ 64 لاکھ روپے
74-1973ء	ذوالفقار علی بھٹو	8 ارب 86 کروڑ 77 لاکھ روپے
75-1974ء	ذوالفقار علی بھٹو	9 ارب 35 کروڑ روپے
76-1975ء	ذوالفقار علی بھٹو	27 ارب 94 کروڑ 40 لاکھ روپے
77-1976ء	ذوالفقار علی بھٹو	28 ارب 85 کروڑ 32 لاکھ روپے
78-1977ء	ذوالفقار علی بھٹو	37 ارب 18 کروڑ روپے
79-1978ء	جنرل ضیاء الحق	46 ارب 72 کروڑ 18 لاکھ روپے
80-1979ء	جنرل ضیاء الحق	52 ارب 14 کروڑ روپے
81-1980ء	جنرل ضیاء الحق	57 ارب 81 کروڑ روپے
82-1981ء	جنرل ضیاء الحق	66 ارب 53 کروڑ روپے
83-1982ء	جنرل ضیاء الحق	88 ارب 28 کروڑ 96 لاکھ روپے
84-1983ء	جنرل ضیاء الحق	ایک کھرب 14 ارب 2 کروڑ 59 لاکھ روپے
85-1984ء	جنرل ضیاء الحق	ایک کھرب 12 ارب 13 کروڑ روپے
86-1985ء	جنرل ضیاء الحق	ایک کھرب 26 ارب 84 کروڑ روپے
87-1986ء	محمد خان جونیجو	ایک کھرب 52 ارب 21 کروڑ 90 لاکھ روپے
88-1987ء	جنرل ضیاء الحق	ایک کھرب 74 ارب 95 کروڑ 18 لاکھ روپے
89-1988ء	بینظیر بھٹو	ایک کھرب 86 ارب 40 کروڑ روپے
90-1989ء	بینظیر بھٹو	2 کھرب 16 ارب 31 کروڑ روپے
91-1990ء	نواز شریف	2 کھرب 16 ارب 31 کروڑ روپے
92-1991ء	نواز شریف	2 کھرب 30 ارب 18 کروڑ روپے
93-1992ء	نواز شریف	2 کھرب 58 ارب 30 کروڑ روپے
94-1993ء	نواز شریف	3 کھرب 32 ارب 51 کروڑ روپے
95-1994ء	بینظیر بھٹو	3 کھرب 85 ارب روپے
96-1995ء	بینظیر بھٹو	4 کھرب 31 ارب 22 کروڑ 17 لاکھ روپے
97-1996ء	بینظیر بھٹو	5 کھرب 20 کروڑ روپے
98-1997ء	نواز شریف	5 کھرب 52 ارب روپے
99-1998ء	نواز شریف	6 کھرب 6 ارب 30 کروڑ روپے
2000-1999ء	نواز شریف	6 کھرب 48 ارب 20 کروڑ روپے
2001-2000ء	جنرل پرویز مشرف	6 کھرب 98 ارب روپے
2002-2001ء	جنرل پرویز مشرف	7 کھرب 51 ارب 70 کروڑ روپے
2003-2002ء	جنرل پرویز مشرف	7 کھرب 42 ارب روپے

www.naqshbandiaowaisiah.com

من الظلمت الی النور

اللہ بخش زاہد

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ میں شمولیت سے قبل زندگی کے شب و روز مہ و سال غفلت کی نذر ہو چکے تھے۔ کبھی نماز روزہ میں باقاعدگی نصیب ہوتی تو کبھی بے قاعدگی بھی۔ کبھی معاد کی فکر غالب آ جاتی تو کبھی معاش کی موشگافیاں ابدی حیات کی درستی پر متوجہ نہ ہونے دیتیں۔ کچھ اسی ڈگر پہ چلتے چلتے سکول اور کالج کے ایام بسر ہوئے۔ البتہ اس پورے زمانہ میں اہل اللہ کی جستجو ہر آن غالب رہی کہ اللہ کریم کوئی ایسا بندہ ملا دے جو اس کائنات (عالمِ چشم و گوش) کے ظاہر سے آگے گزرتا ہوا درونِ خانہ تک رسائی رکھتا ہو۔ جس کا باطن روحانی دولت کا سرچشمہ ہو۔ بقول اقبالؒ :

الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اسی تلاش میں اس امید پر وقت گزر رہا تھا کہ جوئندہ پائندہ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا

ترجمہ :۔ جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کریں گے ہم انہیں اپنی راہیں دکھا دیں گے۔

جو آدمی بھی خلوصِ نیت سے حق کی تلاش کریگا اللہ اُسے ضرور علمائے حقہ تک پہنچا دیگا۔

اپریل 1983ء میں روزنامہ نوائے وقت پر ایک کالم نور بصیرت تھا جس میں سماع موتی پر استدلال تھا۔ صاحب کالم میاں عبدالرشید نے سماع موتی کے اثبات میں اقبالیات سے چند اشعار پیش کرنے کے بعد قارئین کو صدائے عام دی تھی کہ اگر کوئی بندہ کلامِ ارواح سے متعلق دورِ حاضرہ کی زندہ با حیات شخصیت سے ملاقات کا متمنی ہو تو دلائل السلوک کے مصنف حضرت مولانا اللہ یار خاں سے ملے۔

اس طرح اخبار کی وساطت سے سلسلہ عالیہ کا معلوماتی تعارف تو ہو چکا تھا کہ ملک مختار احمد (صاحب مجاز) ساتھی تقریباً ایک ماہ بعد عبدالحکیم تشریف لائے اُن کے ساتھ پہلا ذکر نصیب ہو گیا اور یوں زندگی کے لمحات قیمتی محسوس ہونے لگے۔ سالانہ اجتماع قریب تھا دارالعرفان منارہ میں حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ کی معیت میں بیس روز گزارنے کے بعد ایمان و یقین کا درجہء کمال حاصل ہو گیا۔ یوں کہیں کہ جس روحانی Ideal کو ابتدائے زندگی میں دل و دماغ نے مل کر منقش کیا تھا آج وہ شانِ کریمی نے عنایت فرما دیا یہ سچ ہے کہ خلوص کبھی رائیگاں نہیں جاتا طلب صادق ہو تو بندہ سب کچھ پالیتا ہے۔ اور حالت یہ تھی کہ :

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

لیکن قضائے قدرت کے اپنے فیصلے ہیں اور محبوب جنجوعہ کے بقول :

سدا نہ بلھے لٹن دیندا نیلی چھت دا والی
آیا بلاوا جلدی آؤ باغ ہویا بن مالی

حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کی خبر 18 فروری 84ء ریڈیو نشریہ میں سُنی دل نے وہ صدمہ محسوس کیا جو قبل یا بعد ازاں کسی عزیز رشتہ دار کی جدائی پر بھی نہیں دیکھا۔ حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ کریم نے دین اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے منتخب فرمایا تھا جس کی بنیادیں فراہم فرما کر حضرت جی عالم برزخ منتقل ہوئے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کے فراق کے صدمہ سے پوری جماعت نڈھال تھی کہ اللہ کریم مسب الاسباب نے رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ کو حوصلہ بخشا کہ جماعت کو سنبھالنے کی ذمہ داری نبھائیں اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی زیر تربیت ربع صدی کی طویل مدت میں وصول کردہ ظاہر باطن علوم کو مخلوق تک پہنچائیں۔

84ء کی ابتدائی ششماہی مرشد آباد

www.naqshbandiaowaisiah.com

مسجد و مزار پر خدمات سر انجام دے رہا تھا کہ حضرت مدظلہ العالی نے دارالعرفان کتب خانہ میں تالیف مسائل پر اس حقیر کی ڈیوٹی لگائی اور المرشد کی اعزازی ادارت سے نوازا۔

84ء تا 87ء دارالعرفان میں تین سالہ قیام کے دوران تین چار حالات و واقعات مافوق الفطرت قسم کے دیکھنے میں آئے جن سے حضرت جی مدظلہ العالی پر اللہ کریم کے خاص انعام کشف القلوب کا عندیہ ملتا ہے۔

مضمون کی طوالت سے پہلو تہی کرتے ہوئے صرف ایک واقعہ تحریر کر رہا ہوں وسط 86ء کی بات ہے ایک روز ایک خاص شرعی مسئلہ جس کا میری ذات سے خاص تعلق ہے دریافت کرنے کی غرض سے حضرت مدظلہ کے کمرہ میں حاضر ہوا لیکن بندہ کے طبعی انفعال اور حضرت جی کے شخصی جلال نے بات زبان پر لانے کی جرات نہ بخشی اور حضرت جی سے دوسرے موضوع پر بات ہوتی رہی میں حضرت جی کے ارشادات و احکامات سنتا رہا جب واپس دروازہ سے باہر جانے لگا تو ایک قدم باہر اور ایک پاؤں ابھی اندر تھا کہ آپ نے آواز دی۔ 'زاہد! وہ بات کچھ اِس اِس طرح ہے.....' اور یوں میرے دل میں موجود استفسار کا جواب چند لفظوں میں بتا دیا۔

ایں سعادت بہ زور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ اللہ کی دین ہے جو وہ اپنے بندوں پر راضی ہو تو عنائت فرماتا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس انعام القاء اور الہام کا مختلف مواقع پر تذکرہ ہے جو وہ اپنے منور القلوب بندوں کو عطا فرماتا ہے اور یہ وحیٔ انبیاء کے بعد خاص انعام ہے۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حضرت مدظلہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ اس انعام کو یعنی نقشبندیہ اویسیہ کے خاص فیوضات کو بے انتہا محنت کر کے آٹھ دس سال کے قلیل عرصہ میں جاپان سے امریکہ تک پہنچا دیا اور تب حرمین شریفین سے اگلے مرحلہ کا حکم ملا اور پورے گلوب پر غلبہء اسلام کی نوید مشاہدہ کروائی گئی۔ نفاذ اسلام کی جدوجہد کو حجرہ و مسجد کی نورانی محفلوں سے وسعت دے کر دفتر و بازار تک عام کرنے کے لئے معاشرتی تنظیم الاخوان کی بنیاد رکھی گئی شناخت کے لئے مہر نبوت والا جھنڈا تشکیل دیا اور حضرت جی نے ملک کے اندر اور باہر ذکر و اذکار کے پروگراموں کے ساتھ ساتھ سیاست، معیشت، عدالت اور تعلیم کو بھی اسلامائز کرنے کی تبلیغ فرمائی۔

نفاذ اسلام کی راہ میں حضرت جی کی غالب حکمت عملی یہی ہے کہ ہر بندہ سب سے پہلے اپنی ذات پر اسلام نافذ کرے، اپنے گریبان میں پوری دیانتداری سے جھانکے اپنا محاسبہ کرے، اپنی کوتاہیوں کو حتی الوسع دور کرے بعد ازاں اپنے خاندان اور ملنے جلنے والے احباب پر محنت بھی کرے، ایثار بھی کرے اور اللہ کریم سے خلوتوں میں اُن کے لئے دعا بھی کرے۔ دین اسلام کی اس دولت کو مزید وسعت دیتے ہوئے ملکی اور عالمی سطح پر حسب استطاعت حصہ لے۔ غلبہ اسلام کی جدوجہد میں مال اور وقت خرچ کرنے کے ساتھ جان تک قربان کر کے شہادت کا انعام حاصل کرنے کی اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگے۔

حضرت مدظلہ العالی شہادت کے انعام کی درخواست دربارِ رسالت ﷺ میں کچھ اس طرح کر رہے ہیں۔

ہو شہادت کی طلب میرے نصیب
کفر کے اصنام ڈھانے کیلئے
ہے بہت ہی مضطرب سیماب کی روح
تیرے در پہ آنے کیلئے

حالات حاضرہ میں تنظیم الاخوان کا کردار غزوۃ الہند کی آپ ﷺ کی حدیث پاک کے مطابق ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ حدیث پاک کی روشنی میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ پوری دنیا پر ہوگی اور ہم اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ جس طرح اللہ کریم نے ہمیں غفلت اور بے یقینی کی زندگی گزارنے سے اوائل عمری میں ہی نکال کر اہل اللہ کی جماعت میں لا بٹھایا ہے اور پھر آج تک حسب قوت ان عظیم لوگوں کے دامن سے وابستہ رکھا ہوا ہے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ذکر اذکار اور فنافی الرسول (روحانی بیعت) جیسے اعلیٰ انعامات سے نوازا ہے اپنے الطاف کریمانہ سے ہمارے لئے مزید انعامات معیتِ صالحین، اپنے حبیب ﷺ کی حضوری اور آخر میں شہادت کے انعام کے فیصلے فرما دے۔ بقول حضرت جامی رحمۃ اللہ :

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفت
خدایا ایں کرم بارِ دگر کن

رہ نوردِ شوق

اقتباس از حیاتِ طیبہ
(سوانح حضرت مولانا اللہ یار خان)

مصنف .... ابوالاحمدین

1942ء میں حضرت جیؒ معمول کے مطابق اپنے استاذ محترم سے ملاقات اور علمی تحقیق کے لئے چک نمبر 10 سرگودھا تشریف لے گئے جو دشت علم میں حضرت جیؒ کی سیاحت کا آخری سفر تھا لیکن رہ نوردِ شوق بننے کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اسی سفر کے دوران حضرت جیؒ اپنے استاذ محترم کے بیلوں کی تلاش میں لنگر مخدوم گئے تو حضرت مولانا عبدالرحیمؒ سے رابطہ ہوا اور پھر چشم فلک نے یہ نظارہ دیکھا کہ کچھ دیر جو نوجوان گاؤں کے چوپال میں سماع موتیٰ کے رد میں علمی دلائل کے جوہر دکھا رہا تھا، حضرت سلطان العارفینؒ کے سامنے ارادت و خود سپردگی کا اقرار کر رہا ہے۔

حضرت جیؒ کی صحبت میں بھی ایسے نظارے بکثرت دیکھنے میں آئے کہ دلوں میں استفسار لئے کئی اہل علم حاضر خدمت ہوئے لیکن جب آپؒ کی محفل سے اٹھے تو ان کے دل کی حالت بدل چکی ہوتی۔ یہ تو اس صحبت کا معاملہ تھا جو ان احباب کو حضرت جیؒ کے ساتھ اسی عالم میں نصیب ہوئی لیکن حضرت سلطان العارفینؒ کی خدمت میں آپؒ کی پہلی حاضری کے دوران، جو صرف روحانی تھی اور درمیان میں برزخ کا طویل فاصلہ حائل تھا، بات علم الیقین سے کہیں آگے نکل گئی۔ اس میں جہاں حضرت سلطان العارفینؒ کی براہ راست توجہ کا کمال ہے، وہاں حضرت جیؒ کے قلبِ باصفا کا بھی بخصوصی اعزاز ہے جو استعداد و قبولیت کے اعلیٰ ترین معیار کا حامل تھا۔

اوراقِ ماضی پلٹتے ہوئے حضرت جیؒ نے بیلوں کی تلاش میں لنگر مخدوم کے اس سفر کا بارہا تذکرہ فرمایا لیکن اس کے بعد داستان حیات کا رخ ایسا بدلا کہ بیلوں کا ذکر ادھورا رہ گیا۔ کیا آپؒ بیلوں کی تلاش میں کامیاب ہوئے؟ حضرت جیؒ نے اس سوال کا جواب خود دیا نہ کسی کو پوچھنے کی ضرورت محسوس ہوئی کیونکہ اس کے بعد شروع ہونے والا باب اس قدر دلکش اور روح پرور تھا کہ بیلوں کی تلاش ذکر گم گشتہ ہوئی۔

جس طرح قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات میں آگ کی تلاش کا تذکرہ تمہید کی صورت نظر آتا ہے اسی طرح بیلوں کی تلاش میں حضرت جیؒ کا لنگر مخدوم آنا بھی دراصل آپؒ کی داستانِ حیات میں تصوف و سلوک کے باب کا پیش لفظ ہے۔

لنگر مخدوم سے واپس لوٹنے کو دل تو نہ چاہتا تھا لیکن استاذ مکرم کو اطلاع دینا بھی ضرورت تھا چنانچہ بادلِ نخواستہ واپس روانہ ہوئے۔ چک نمبر 10 شمالی پہنچ کر ان کے سامنے روداد سفر بیان کی اور کچھ دنوں کے لئے چکڑالہ چلے آئے تا کہ جلد از جلد گھریلو ذمہ داریوں سے فراغت کے بعد دوبارہ مولانا عبدالرحیمؒ کی خدمت میں حاضر ہو سکیں۔ یہاں آ کر کھیتی باڑی سے متعلقہ امور نبٹائے، اہل و عیال کی کفالت کے لئے ضروری سامان بہم پہنچایا اور دوبارہ لنگر مخدوم کا رخ کیا۔

یہ لنگر مخدوم میں حضرت جیؒ کے قیام کا دوسرا دور تھا۔ اس سے پیشتر 30-1925ء کے زمانے میں بھی حصول تعلیم کے لئے آپؒ یہاں کچھ عرصہ قیام فرما چکے تھے۔ لنگر مخدوم میں اس مرتبہ حضرت جیؒ کا قیام قدرے طویل تھا جس کے دوران حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار پر سلوک کے ابتدائی اسباق حاصل کئے۔ کچھ عرصہ بعد اجازت ملی تو آپؒ دوبارہ چکڑالہ تشریف لے گئے تاکہ زمینداری اور گھریلو امور سے متعلق انتظامات کر آئیں۔ واپس لوٹے تو حضرت سلطان العارفینؒ کی طرف سے حکم ملا کہ اب آپؒ کا مستقل قیام لنگر مخدوم میں ہوگا۔ تعمیل ارشاد میں حضرت جیؒ نے مسلسل ایک سال لنگر مخدوم میں قیام فرمایا جس کے بعد ایک ماہ کے لئے چکڑالہ جانے کی اجازت ملی۔ حسب سابق اہل خانہ کے لئے سال بھر کی ضروریات کا بندوبست کیا،

www.naqshbandiaowaisiah.com

مزارعین کو ہدایات دیں اور واپس لنگر مخدوم تشریف لے گئے۔

لنگر مخدوم میں حضرت جی ؒ کے مسلسل قیام کا زمانہ تین سال پر محیط ہے لیکن اس دوران گھریلو ذمہ داریوں سے فراغت کے لئے ہر سال ایک ماہ کے لئے چکڑالہ جانے کی اجازت ملتی۔ لنگر مخدوم میں یہ تین سالہ قیام راہ سلوک پر آپ ؒ کا مسلسل روحانی سفر تھا جو حضرت سلطان العارفین ؒ کی معیت میں طے ہوا۔

روح جس راستے کی مسافر ہے، اس کا تعلق عالم امر سے ہے جہاں اس کی رفات کا تعین عقل وخرد سے محال ہے۔ جس شخص پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو اور اس کی روح یہ مسافتیں طے کر رہی ہو، وہ کچھ اندازہ کر سکتا ہے کہ روح کی رفتار سے کیا مراد ہے۔ جہاں تک حضرت جی ؒ کی روح پُر فتوح کی رفتار کا معاملہ ہے، اسے بیان کرنے کے لئے تطبیق ممکن نہ اندازہ، صرف حیرت کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔

لنگر مخدوم میں حضرت جی ؒ کے قیام کا بندوبست مخدوم شیر محمد ؒ کے سپرد تھا جو حضرت مولانا عبدالرحیم ؒ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ مخدوم خاندان کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے حضرت سلطان العارفین ؒ کے مزار پر حاضری دینے والوں کی خدمت بھی انہی کے سپرد تھی۔ اس وقت حضرت جی ؒ اگرچہ مکتب طریقت کے طالب علم تھے لیکن آپ ؒ کی حیثیت بطور عالم بھی مسلمہ تھی۔ گرد و نواح کے دیہات سے لوگ حضرت جی ؒ کا جمعۃ المبارک کا خطاب سننے کے لئے لنگر مخدوم آتے اور آپ ؒ سے دینی اور معاشرتی مسائل، بالخصوص نکاح اور طلاق کے مسائل میں رہنمائی حاصل کرتے۔

لنگر مخدوم میں قیام کے دوران حضرت جی ؒ تہجد کا ذکر اپنی رہائش گاہ پر کرتے اور فجر کی نماز گاؤں کی مسجد میں با جماعت ادا کرنے کے بعد حضرت مولانا عبدالرحیم ؒ کے ہمراہ حضرت سلطان العارفین ؒ کے مزار پر اشراق تک دوبارہ ذکر کرتے۔ چونکہ اس زمانے میں حضرت مولانا عبدالرحیم ؒ کی عمر 85 برس سے زائد تھی اور وہ ضعف پیری کا شکار تھے، ان کے ہمراہ ذکر و فکر کا یہ سلسلہ زیادہ عرصہ تک نہ چل سکا۔ اکیلے میں حضرت جی ؒ کے معمولات مجاہدے سے بھرپور ہوا کرتے۔ آپ ؒ بوقت صبح کاذب حضرت سلطان العارفین ؒ کے مزار پر چلے آتے اور تہجد کے نوافل وہیں ادا کرتے جس کے بعد ذکر کی طویل نشست ہوتی۔ نماز فجر ادا کرتے اور ذکر کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو جاتا۔ اشراق کے بعد کچھ وقفہ ہوتا، پھر طویل ذکر جو دوپہر تک جاری رہتا۔ یہ حضرت جی ؒ کے دن کے نصف اول کے معمولات تھے۔ لنگر مخدوم واپسی پر کھانا تناول فرماتے جس سے قبل ناشتہ وغیرہ کا کوئی تصور نہ تھا۔ زوال کے فوراً بعد دوبارہ مزار پر چلے جاتے، نماز ظہر ادا کرتے اور عصر تک اطائف کرتے۔ ذکر کی یہ نشست بہت طویل اور مجاہدہ سے بھرپور ہوتی یہاں تک کہ پسینہ سے کپڑے تر بتر ہو جاتے۔ نماز عصر ادا کرتے اور اس کے بعد مراقبات کی نشست سورج غروب ہونے تک جاری رہتی۔ نماز مغرب مزار سے ملحق مسجد میں ادا کرتے اور اوابین کے بعد، جن کی تعداد بالعموم بارہ ہوا کرتی تھی، لنگر مخدوم واپس چلے جاتے۔

حضرت جی ؒ نے کثرت اوابین کا عمر بھر اہتمام فرمایا۔ کم از کم چھ نوافل ادا کرنے کی تاکید فرمایا کرتے لیکن وقت کی کمی کی صورت میں آپ ؒ کی ہدایت تھی کہ فرائض کے بعد سنتوں کے ساتھ چار نوافل ادا کر لئے جائیں تاکہ سنن کے شمار کے ساتھ چھ رکعت پوری ہو جائیں۔ حضرت سلطان العارفین ؒ کے مزار پر دن بھر کے معمولات کے بعد آپ ؒ لنگر مخدوم واپس آ کر رات کا کھانا تناول کرتے اور نماز عشاء کے فوراً بعد استراحت فرمایا کرتے۔

لنگر مخدوم میں حضرت جی ؒ کا تین سالہ قیام مکمل ہوا تو آپ ؒ سالک المجذوبی تک سلوک طے کر چکے تھے۔ حضرت سلطان العارفین ؒ نے حضرت جی ؒ کو اپنا صاحب مجاز مقرر فرمایا اور واپسی کی اجازت دی۔ یہ 1945ء کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد بھی کئی سال تک آپ ؒ کا معمول رہا کہ لنگر مخدوم میں ہر سال ایک ماہ مسلسل قیام فرماتے۔ اس زمانے میں حضرت جی ؒ کو اگرچہ توجہ دینے کی اجازت مل چکی تھی لیکن حضرت سلطان العارفین ؒ نے یہ سلسلہ عالیہ بدستور اپنے ہاتھ میں رکھا۔ چکڑالہ واپسی پر حضرت جی ؒ نے حسب سابق چنی مسجد میں درس و تدریس کا آغاز فرمایا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

عقد ثالث

حضرت جی ؒ کی پہلی شادی 1921-22ء میں ہوئی تھی لیکن 1925ء کے قریبی زمانہ میں تحصیل علم کے آغاز سے قبل یہ رشتہ علیحدگی کی صورت ختم ہوا۔ 35-1934ء میں تحصیل علم کے بعد آپ ؒ نے عقد ثانی فرمایا۔ آپ ؒ کی ان زوجہ محترمہ سے بڑی صاحبزادی صغریٰ اور بیٹے عبدالرؤف کی پیدائش ہوئی۔ 1942ء میں چک نمبر 13 (خانیوال) میں ان کا انتقال ہوا تو خانیوال میں ہی تدفین کے بعد آپ ؒ چکڑالہ منتقل ہو گئے اور بچوں کی نگہداشت والدہ ماجدہ کے سپرد کی۔ اسی سال آپ ؒ نے راہ سلوک پر قدم رکھا تو چکڑالہ کو ایک بار پھر خیرآباد کہنا پڑا۔ لنگر مخدوم میں تین سالہ قیام کے بعد واپس لوٹے تو مسافرت کا طویل دور ختم ہوا اور والدہ ماجدہ کے اصرار پر آپ ؒ نے تیسری شادی کی۔ آپ ؒ کی یہ زوجہ پہلی اہلیہ کی بیوہ ہمشیرہ اور صاحب اولاد تھیں لیکن خاوند کے انتقال کے بعد بے آسرا تھیں۔ اس عقد کے ذریعہ آپ ؒ نے نہ صرف انہیں سہارا دیا بلکہ ان کی اولاد کو بھی اور کچھ عرصہ بعد ان کے ایک بیٹے کی وفات ہوئی تو یتیم پوتے کو بھی۔ اس طرح آپ ؒ نے ایک لاوارث خاندان کی کفالت فرمائی اور کچھ ہی عرصہ بعد اس خاندان کے ان افراد کو جو آپ ؒ سے کوئی سببی تعلق نہ رکھتے تھے، زمین کا خاصا حصہ مرحمت فرما کر خود کفیل بناتے ہوئے معاشرے میں باوقار مقام عطا کیا۔ حضرت جی ؒ کی اس شادی کے پس منظر میں بیوگان اور یتیموں کی سرپرستی کا فقید المثال جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ ان اہلیہ محترمہ کے بطن سے آپ ؒ کی چھوٹی صاحبزادی ام کلثوم کی پیدائش ہوئی۔ ایک صاحبزادہ امین الدین بھی پیدا ہوا جو صغیر سنی میں انتقال کر گیا۔ حضرت جی ؒ نے جب بھی اس صاحبزادے کا تذکرہ فرمایا، آپ ؒ کے لہجے میں شفقت پدری اور دکھ کی جھلک نمایاں ہوتی۔ اسی صاحبزادے کی یاد میں آپ ؒ نے اپنے نواسے کا نام امین الدین رکھا۔

لنگر مخدوم سے واپسی کے بعد حضرت جی ؒ کے روحانی سفر کا اگلا مرحلہ حضرت سلطان شاہ بلاول ؒ کی معیت میں طے ہوا۔

سید احمد ہمدانی ؒ
المعروف سلطان شاہ بلاول ؒ

تلہ گنگ۔ میانوالی روڈ پر دندہ شاہ بلاول مشہور قصبہ ہے جو حضرت سید احمد ہمدانی ؒ المعروف حضرت شاہ سخی نوری سلطان بلاول ہمدانی ؒ کے مزار اور فوجی فاؤنڈیشن ہسپتال کی وجہ سے علاقہ بھر میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ دندہ یہاں کی زبان میں نوکیلی چٹان کو کہتے ہیں۔ تلہ گنگ سے میانوالی آتے ہوئے فوجی فاؤنڈیشن ہسپتال کے ساتھ نالے کے اس پار عمودی چٹانوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کی دوسری طرف یہ قصبہ آباد ہے۔ نالے سے متصل عمودی چٹانیں اسے فی الواقع ایک دندہ کی شکل عطا کرتی ہیں جو اس کی وجہ تسمیہ ہے۔

کیا سلطان شاہ بلاول ؒ کا اصلی نام سید احمد ہمدانی ؒ ہی تھا؟ اس بارے میں اشتباہ پایا جاتا ہے۔ یہ بات البتہ طے شدہ ہے کہ وہ سید علی ولی ہمدانی ؒ المعروف شاہ ہمدان ؒ کی اولاد سے تھے جنہیں کشمیر میں اشاعت اسلام کے لئے ایران سے ہجرت کا حکم ہوا۔ یہ تیمور لنگ کا دور حکومت تھا جو اگرچہ دشمن دین تھا لیکن شاہ ہمدان ؒ سے ملاقات کے بعد ان کا معتقد ہوا۔ تیمور لنگ نے انہیں ایران میں روکنا چاہا لیکن شاہ ہمدان ؒ اپنے 600 مریدین کے ہمراہ 1379ء میں کشمیر چلے آئے جہاں سری نگر کے مقام پر سلطان قطب الدین نے ان کا استقبال کیا۔ تاریخی حوالوں کے مطابق 37 ہزار غیر مسلم شاہ ہمدان ؒ کے ہاتھ پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ شاہ ہمدان ؒ کی اولاد اور مریدین نے برصغیر میں اشاعت اسلام کے لئے گرانقدر خدمات سر انجام دیں۔ سید احمد ہمدانی ؒ بھی اسی مقصد کے لئے کشمیر سے نکلے۔ دندہ پہنچنے پر استخارہ کیا تو حکم ملا یہیں رک جاؤ۔ انہوں نے ایک غریب لیکن متقی شخص بابا بلاول لوہار کے ہاں قیام فرمایا۔ کچھ عرصہ مراقب رہے جس کی وجہ سے کسی شخص کو نام پوچھنے کی جرات نہ ہوئی لیکن بلاول لوہار کے مہمان ہونے کی حیثیت سے لوگوں نے شاہ سلطان بلاول ؒ کہنا شروع کر دیا۔ اسی نسبت سے یہ قصبہ دندہ شاہ سلطان بلاول ؒ کے نام سے مشہور ہوا جو انگریز کے دور میں صرف دندہ شاہ بلاول ؒ رہ گیا۔

حضرت جی ؒ کے ایک قول کے مطابق حضرت شاہ بلاول ؒ کا اصل نام لال شاہ ؒ تھا۔ آپ ؒ نے ان کا منصب قلب مدار اور

www.naqshbandiaowaisiah.com

منازل چوتھے عرش تک بتائے۔ اس طرح حضرت لال شاہ ؒ منصب و منازل کے اعتبار سے حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش ؒ سے خاص نسبت رکھتے ہیں۔ حضرت جی ؒ نے لنگر مخدوم میں قیام کے تین سالہ دور میں سالک المجذوبی تک سلوک طے کیا۔ چکڑالہ واپس آئے تو اگلی منازل سلوک میں آپ ؒ کو حضرت لال شاہ ہمدانی ؒ کی رفاقت حاصل ہوئی جو ابتدائی عرشی منازل تک جاری رہی۔

چکڑالہ سے دندہ شاہ بلاول کا فاصلہ قریباً دس کلومیٹر ہے۔ اس زمانہ میں دونوں قصبوں کے درمیان ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیاں ہوا کرتیں جو موسم اور فصلوں کے اعتبار سے تبدیل ہوتی رہتیں۔ لوگ یہ سفر پیدل یا گھوڑوں پر طے کرتے۔ حضرت جی ؒ کبھی کبھی دندہ شاہ بلاول آتے اور رات کا قیام حضرت لال شاہ ہمدانی ؒ کے مزار سے ملحق مسجد میں فرماتے۔ حضرت جی ؒ اب سلوک کی ان منازل میں تھے جہاں ارواح کے باہمی رابطے کے لئے کسی واسطے یا جسمانی حاضری کی ضرورت نہیں رہتی۔ حضرت جی ؒ جہاں بھی ہوتے، مراقبات کے دوران آپ ؒ کو روحانی طور پر اس ہستی کی معیت حاصل رہتی جنہیں سفر کے اس مرحلہ میں نشاندہی منازل کی ذمہ داری تفویض کی جاتی۔

کچھ ہی عرصہ بعد حضرت لال شاہ ہمدانی ؒ کی منازل سے ماوریٰ مقامات سلوک کی نشاندہی کی ضرورت پیش آئی تو یہ ذمہ داری حضرت غوث بہاؤالحق ؒ کو تفویض ہوئی۔ ان کے بعد حضرت غوث سید علی ہجویری ؒ حضرت جی ؒ کے ہمسفر بنے جن کا مرقد شاہی قلعہ لاہور کی فصیل کے نیچے ہے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ نے بھی کشفاً مشاہدے کے بعد ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔ صاحبِ بصیرت ساتھی جب ان سے روحانی رابطہ کرتے ہیں تو ان کی طرف سے مقامِ تدفین کی نشاندہی کی اجازت نہیں ملتی۔ لاہور میں اسی نام کے ایک بزرگ سید علی ہجویری ؒ المعروف داتا گنج بخش ؒ گزرے ہیں جو اپنے زمانہ کے قطب مدار تھے۔

حضرت غوث سید علی ہجویری ؒ کے بعد اگلے مرحلہ میں حضرت جی ؒ کو بھیرہ والے غوث ؒ کی رفاقت حاصل ہوئی جو سکھوں کے زمانہء حکومت میں گزرے ہیں اور انہی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ شہادت کے بعد ان کا جسد مبارک ایک اندھرے کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔ بعد میں اس جگہ ایک مکان تعمیر ہوا لیکن افسوس کہ اس کے مکین حضرت جی ؒ کے زمانہ میں بدکردار لوگ تھے☆۔

ساتویں عرش کے بعد اگلے مرحلہ میں حضرت جی ؒ کی رہنمائی کا فریضہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ کے سپرد ہوا۔ حضرت جی ؒ فرمایا کرتے تھے کہ ان بزرگ ہستیوں کے ذمہ صرف مقامات سلوک کی نشاندہی ہوا کرتی تھی لیکن توجہ براہ راست آقائے نامدار ﷺ کی نصیب ہوتی۔ اس توجہ سے آپ ؒ کی روح پرنور صدیوں کی منازل ایک جست نگاہ میں طے کرتی۔

مقام رضا کے بعد درمیانی واسطے تمام ہوئے اور حضرت جی ؒ کا روحانی سفر براہ راست آقائے نامدار ﷺ کی خاص توجہ سے جاری رہا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ خاص نصیب ہوئی۔ حضرت جی ؒ ان منازل علیا کے بارے میں فرماتے ہیں :

''مقام رضا کے بعد سالک کو شیخ کی توجہ کی ضرورت نہیں رہتی اور فیض اس طریقہ سے ملتا ہے، جس طریقہ سے نبی کو فیض ملتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ امتی کو نبی کے توسط سے فیض ملتا ہے۔''

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

روحانی منازل طے کرتے ہوئے

☆ (حضرت جی ؒ کے دور میں جناب امیر المکرم کو بھیرہ جانے کا اتفاق ہوا تو حضرت غوث ؒ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ یہ مکان خرید لیا جائے اور جائے تدفین کے تعین کے بعد اس جگہ ان کی قبر بنا دی جائے۔ انہوں نے ایسا کرنے سے روک دیا کیونکہ اس صورت ان کے مزار پر مشرکانہ رسوم کا آغاز ہو جاتا جو بدکاری سے کہیں بڑا جرم ہے۔ حضرت غوث ؒ (شاہی قلعہ لاہور والے) اور حضرت غوث ؒ (بھیرہ والے) دونوں بزرگوں نے اپنی جائے تدفین کی نشاندہی سے منع فرمایا، تاکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو شرک کی لعنت سے بچایا جا سکے جو اہل اللہ کے مزارات کو جہالت کے سبب ملجائے حاجات بنا لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید بلندیء درجات سے نوازے۔ آمین)۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

جس قدر قرب الٰہی میں اضافہ ہو رہا تھا اسی نسبت سے حضرت جی ؒ کی روح کی رفتار میں بھی تیزی آ رہی تھی۔

شدید علالت

راہِ سلوک میں ایک مقام ایسا بھی آیا جب حضرت جی ؒ طویل علالت کے مرحلہ سے گزرے۔ اس کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے آپ ؒ نے فرمایا کہ یہ مرحلہ ''تبدیلی ملک کے دوران'' پیش آیا جس سے زمانے کا تعین ہوتا ہے یعنی 1947ء۔ حضرت جی ؒ کی ریکارڈ شدہ گفتگو کے مطابق 1947ء میں آپ ؒ لنگر مخدوم تشریف لے گئے اور اپنے پہلے شاگرد قاضی جی ؒ کو حضرت سلطان العارفین ؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس موقع پر دو افراد اور بھی تھے جن کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ لنگر مخدوم سے واپس چکڑالہ پہنچے تو آپ ؒ شدید بخار میں مبتلا ہوئے جو مسلسل نو دن جاری رہا۔ تین دن کے لئے افاقہ ہوا لیکن پھر وہی حالت۔ بخار کی حدت انتہائی شدید تھی جس پر کوئی دوا اثر نہ کرتی۔ حضرت جی ؒ خود بھی طبیب حاذق تھے لیکن مختلف نسخے آزمانے کے باوجود بخار کا زور کم ہونے میں نہ آیا۔ سارا بدن بخار کی حدت سے جل گیا اور جلد پر سوزش ہوگئی جس کے اثرات زندگی بھر باقی رہے۔ انتیس دن تک کھانا پینا موقوف رہا سوائے عرق سونف کے جو تھوڑا تھوڑا دیا جاتا۔ زیادہ وقت بے ہوشی میں گزرتا لیکن اوقاتِ نماز میں ہوش آنے پر اہلیہ سہارا دے کر چارپائی کے ساتھ مصلے پر بٹھا دیتیں اور آپ ؒ بمشکل فرائض ادا کر پاتے۔ شدید بیماری کی حالت میں حضرت جی ؒ نے قاضی جی کو مشائخ کے پاس بھیجا تو وہاں سے جواب ملا کہ یہ مجاہدہ کرایا گیا ہے تاکہ منازل بالا کے لئے استعداد پیدا ہو۔ بالآخر بخار کا یہ سلسلہ اچانک ٹوٹا تو نور کے ایک سمندر کا مشاہدہ کرایا گیا۔ آپ ؒ اس سمندر میں غوطہ زن ہو گئے اور جب باہر نکلے تو اوپر پھینک دیئے گئے جس کے ساتھ ہی منازل بالا کا آغاز ہوا۔ حضرت جی ؒ نے ایک مرتبہ اس علالت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

''پرانے ساتھیوں کو پہاڑوں کی طرح جم کر رہنا ہے، ان سے بہت لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ مجھ سے کتنے ہی لوگوں کو فائدہ ہوا۔''

اہل اللہ کے ہاں اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بلندی، منازل سے قبل بیماری اور مصائب کی صورت مجاہدوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ کے مطابق ایک مومن کو پہنچنے والی ہر تکلیف اس کے لئے بلندی، درجات کا سبب ہوتی ہے اور یہ منازل سلوک بھی روحانی ترقی کے مختلف مدارج ہیں جنہیں اس شعبہ کے ماہرین نے پہچان کے لئے مختلف منازل کا نام دے رکھا ہے۔ حضرت جی ؒ کی یہ شدید علالت منازل بالا طے کرنے سے قبل مجاہدہ کی ایک صورت تھی جس کے ذریعہ آپ ؒ کی روح پر فتوح کو اس سفر کے لئے تیار کیا گیا۔

ابتدائی دور میں ایسا ہی ایک وقت موجودہ شیخ سلسلہ حضرت امیر المکرم مدظلہ العالی پر بھی آیا۔ بخار نے اس قدر طوالت پکڑی کہ شدید نقاہت طاری ہوگئی۔ کوئی دوا اثر نہ کر رہی تھی اور اہل خانہ ان کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ حضرت جی ؒ کو اطلاع دی گئی تو آپ ؒ نے تسلی دیتے ہوئے جواباً تحریر فرمایا کہ میں تو انہیں اس حالت میں دیکھ رہا ہوں کہ داڑھی کے بال مکمل سفید ہیں اور وہ قرآن حکیم کا درس دے رہے ہیں۔

1975ء میں کرنل مطلوب حسین صاحب (ناظم اعلیٰ) کو خصوصی توجہ سے اگلی منازل پر چلایا گیا تو حدت انوارات سے حالت یہ ہوئی کہ تمام بدن آبلوں سے بھر گیا۔ ستر پوشی کے لئے ایک چادر زیب تن ہوتی اور وہ حضرت جی ؒ کے کمرہ کے باہر ایک درخت کے سایہ تلے پڑے رہتے۔

انوارات جہاں روح کو جلا اور قلب کو سکون عطا کرتے ہیں تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تجلی باری تعالیٰ سے طور سا پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ کچھ یہی حال مادی بدن کا بھی ہے۔ اگر شیخ کامل کی رہنمائی میسر نہ ہو تو کثرت انوارات کی وجہ سے بسا اوقات کمزور لوگ ہوش و حواس فنا کر بیٹھتے ہیں، ان کے قویٰ باطنی جل جاتے ہیں اور وہ مجاذیب کی صورت عشقِ الٰہی کی چوکھٹ کے دیوانے نظر آتے ہیں۔ البتہ وہ مردانِ جری جو روحانی طور پر انوارات و تجلیات باری تعالیٰ کے جذب کی اہلیت تو رکھتے ہیں لیکن ان کے ابدان روح جیسی قوتِ برداشت نہیں رکھتے، حدتِ انوارات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

حضرت جی ؒ کی منازل بالا کا آغاز تاریخ تصوف کا ایک اہم واقعہ تھا جو خال خال اہل اللہ کے حصہ میں آئیں۔ آسمان تصوف پہ چمکنے والے اَن گنت ستاروں میں سے چند ایک ہی ان بلندیوں پر متمکن نظر آتے ہیں لیکن حضرت جی ؒ کو مستقبل میں حاصل ہونے والی بلند منازل کی نسبت سے ان منازل کو ابتدائی سنگ میل کہا جا سکتا ہے۔ حضرت جی ؒ فرماتے ہیں کہ جس روز ان منازل کی ابتداء ہوئی اس روز دربار نبوی ﷺ میں تمام بڑی بڑی ہستیاں حاضر تھیں۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ حضرت معین الدین چشتی ؒ، مشائخ عظام ؒ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ اور دیگر بزرگ ہستیاں اس ذی شان مجلس کے آداب اور اپنے اپنے مناصب کے مطابق اس وقت موجود تھیں۔ حضرت جی ؒ کے منصب اور منازل کے متعلق فیصلہ ہوا۔ حضرت جی ؒ کی ریکارڈ شدہ گفتگو کے مطابق تاریخ تصوف کا یہ اہم واقعہ 1947ء میں پیش آیا۔

قرب الٰہی کے اس روحانی سفر میں حضرت جی ؒ کن کن منازل سے گزرے؟ سوانح کا یہ باب ان منازل کی نشاندہی اور تذکرہ کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ''حیات طیبہ'' کے الگ عنوان کے تحت ان کا تفصیلی ذکر سوانح کے آخر میں آئے گا لیکن بروایت شیخ سلسلہ حضرت امیر المکرّم مدظلہ العالی :۔

اجمالی طور پر اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ روح کا تعلق عالم امر سے ہے۔ اس جہان آب و گل میں آنے کے بعد روح اپنے اصلی مقام کی طرف مراجعت کے لئے قوت پرواز کی محتاج ہے جو بجز فیضان نبوی ﷺ ممکن نہیں۔ جس قدر فیضان کی یہ دولت کسی کو نصیب ہوئی، اسی نسبت سے اسے قربِ الٰہی حاصل ہوا۔

حضرت جی ؒ نے اپنے روحانی سفر کا آغاز لنگر مخدوم سے کیا جہاں حضرت سلطان العارفین ؒ کی توجہ اس نعمت غیر مترقبہ کے حصول کا واسطہ بنی۔ مسلسل تین برس حضرت سلطان العارفین ؒ کے مزار پر رہتے ہوئے ان کی براہ راست توجہ میں منازل سلوک طے کیں۔ اس کے بعد اپنے روحانی سفر میں آپ ؒ کو جن مشائخ عظام کی معیت حاصل رہی، ان کے ذمہ صرف مقامات کی تبدیلی اور منازل کی نشاندہی ہوا کرتی تھی۔ جہاں تک توجہ کا تعلق ہے، وہ آقائے نامدار ﷺ سے براہ راست ملتی۔ ان بزرگوں میں حضرت سید لال شاہ ہمدانی ؒ کے علاوہ، جن کے مزار پر آپ ؒ گاہے گاہے جاتے رہے، باقی سب حضرات کی معیت محض روحانی تھی اور آپ ؒ ان کے مزارات مقدسہ پر خود نہ گئے۔ حضرت سلطان العارفین ؒ کے بعد آپ ؒ کو برکاتِ صحبت نبوی ﷺ بلا واسطہ بطریق اویسیہ حاصل ہوئیں۔

اب اوراق ماضی پلٹتے ہوئے گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں چلتے ہیں تاکہ حضرت سلطان العارفین خواجہ اللہ دین مدنی ؒ کے حالات کا چشم تصور سے مشاہدہ کر سکیں۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆

حضرت امیر محمد اکرم اعوان کے خطابات

انٹرنیٹ پر براہ راست سنیئے اور ذکر کیجئے۔

ویب سائیٹ کا پتہ یہ ہے www.paltalk.com

www.naqshbandiaowaisiah.com

وفا

میں نے پہلی دفعہ جب بات سُنی تو بہت حیرت ہوئی۔ کمال عجیب آدمی تھے۔ حیرت کی بات ہے ممبر پر بیٹھ کر تقریر فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں یار اگر کسی کو بارگاہِ نبوی کی حاضری کا شوق ہو تو میرے ساتھ آجائے۔ پیٹ بھر کے کھائے، آرام کرے، بے شک موج کرے لیکن میں اللہ اللہ کراؤں گا وہ کرتا رہے یہ میرا کام ہے کہ میں اسے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کرادوں۔ حیرت سے منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ یہ کھدر پوش دیہاتی، ایک سادہ سا آدمی، پورے سے قد کاٹھ کا، گندمی رنگ کا، عام دیہات کے رہنے والا، گاؤں کا رہائشی۔ بڑے سے بڑی بات ہے تو مولوی ہوگا، عالم ہوگا۔ بہت بڑی بات ہے مناظر ہے تو مناظرہ کرے گا لیکن یہ کیا کہہ رہا ہے۔ لیکن دل نے گواہی دی کہ جو کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے، کوئی شخص اتنا بڑا جھوٹ نہیں بول سکتا۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان، منارہ 12-07-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم o

یَتْلُوا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ o

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُرُوا.

حضرات گرامی! آقائے نامدار ﷺ کی بعثت اپنے اندر بے شمار خصوصیات رکھتی ہے۔ قرآن حکیم کے مطابق اللہ جل شانہٗ کا سب سے بڑا احسان اور انسانی عقل و شعور سے بالاتر پہلو رکھتی ہے۔ آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کے مطابق یہ دار دنیا اس قابل ہی نہیں کہ ایسی ہستی یہاں جلوہ افروز ہو۔ یہ ایک عجیب نقطہ ہے کہ رب کریم نے بندوں سے ہم کلام ہونے کے لئے وجود اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کو سبب بنایا۔

یوں تو ہر نبی اللہ کی بات بندوں کو پہنچانے کے لئے مبعوث ہوا لیکن ہر نبی مخصوص قوم، ایک خاص زمانے، ایک خاص وقت کے لئے مبعوث ہوا۔ یہ بات منفرد ہے انسانی تاریخ میں کہ اللہ کا ایک نبی، ایک رسول بعثت سے لے کر قیامت تک آنے والی ساری مخلوق کی طرف مبعوث ہو۔ تمام اقوامِ عالم کی طرف مبعوث ہو، تمام ممالک کی طرف مبعوث ہو اور روئے زمین پر بسنے والے ہر فرد و بشر کو اسی کی زبانِ حق ترجمان سے اللہ کا پیغام پہنچے۔ یہ مقام مرتبہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔

شاعر نے بات کو مختصر کرتے ہوئے یہ کہا کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ کے بعد ساری عظمتیں، ساری بزرگیاں، ساری لطافتیں، ساری پاکیزگیاں اور ساری خوبیاں ایک ذات میں جمع ہیں اور وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔

اس دنیا کے بارے حدیث قدسی میں بھی ہے اور متعدد احادیث نبوی علیہ السلام میں بھی یہ چیز ہے کہ دنیا و مافیہا کی قدر و قیمت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔ یہ بات بارہا ارشاد فرمائی گئی اگرچہ دنیا بڑی حسین ہے، اگرچہ دنیا میں بے شمار لذتیں ہیں، بے شمار پہلو ہیں زندگی کے، کہیں اقتدار کی حرص ہے، کہیں وقار کا سودا ہے، کہیں دولت کی ہوس ہے لیکن یہ سب کچھ اللہ کے حضور ایک مچھر کے پر جتنی قیمت بھی نہیں رکھتا۔ پھر ایسی جگہ پر، یا ایسے مقام پر یا ایک ایسی فضا میں اس ہستی کا کیا کام جو اللہ کے بعد، اللہ کی ساری کائنات کے لئے اللہ کی رحمت کا سبب اور مجسمہ رحمت ہے۔ اگر ایسی بات ہے اور عظمتِ رسالت کا مقام و مرتبہ اللہ کے نزدیک اتنا بلند ہے، اتنا بلند ہے کہ ہم سمجھ نہیں سکتے۔

قرآن کے مثالی مسلمان اور اللہ کے وہ بندے جن پر اللہ خود فخر فرماتا ہے۔ اللہ کے وہ بندے جنہوں نے 13 سالہ مکی زندگی میں دنیا کی ہر مصیبت برداشت کی اور رفاقتِ پیغمبر ﷺ کا حق ادا کر دیا۔ اللہ کے وہ بندے جنہوں نے گھر بار، دولت، مال، جائیداد، شہرت،

www.naqshbandiaowaisiah.com

عزت، رشتے ہر چیز قربان کر دی اور مہاجر کہلوائے۔ اللہ کے وہ بندے جو بدر میں ایک لشکر جرار کے سامنے بے سروسامانی کی حالت میں صف آراء ہیں اور اللہ کے وہ بندے جن کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ آج میں سارے کا سارا اسلام لے آیا ہوں۔

اسلام تو ایک نظریہ ہے، اسلام تو ایک کیفیت ہے، اسلام تو ایک بندے کا تعلق ہے رب کے ساتھ۔ کسی وجود کا نظریہ بن جانا یہ کمال صحابہ کا ہی ہے جس پر تصدیق فرمائی آقائے نامدار ﷺ نے کہ اے اللہ! میں یہ سارے کا سارا اسلام لے آیا ہوں۔ اگر یہ لوگ یہاں کھیت رہے فَلَن تُعبَدُو ابدا کوئی پیشانی قیامت تک تیرے سجدوں سے آشنا نہیں ہو سکے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ بدر سے لے کر قیامت تک، اہل بدر کا مقام یہ ہے کہ ان کے علاوہ سارے صحابہ، تابعین، تبع تابعین قیامت تک آنے والے اولیاء اللہ سب کا اسلام بھی جمع کیا جائے تو اس کے مقابلے میں وہ زیادہ ہیں کہ سب کے پاس شاید سارے کا سارا نہ ہو اور وہ تین سو تیرہ سارے کا سارا اسلام تھا۔ ان 313 کو ارشاد فرماتا ہے، وہ بھی تو اسی محفل میں ہے۔

لَا تَرْفَعُوا صُوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِی

خبردار! کہیں میرے نبی کے حضور آواز اونچی نہ کرنا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سے تمہاری آواز بلند نہ ہونے پائے۔ اگر ایسا ہو گیا اَن تَحبَطَ اَعمَلُکُم تمہاری ساری نیکیاں ضائع ہو جائیں گی۔ مجھے تمہاری ہجرتوں کی ضرورت نہیں ہے، مجھے تمہاری شہادتوں سے غرض نہیں ہے، مجھے تمہاری عبادات اور مجاہدے کی پرواہ نہیں ہے اگر میرے نبی کی بارگاہ میں آواز اونچی ہو گئی تو وَاَنتُم لَا تَشعُرُونَ اس کے دو معنی کئے ہیں مفسرین نے۔ اگر اس کا عطف حبط اعمال پر ہے تو معنیٰ یہ ہے کہ تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو لیکن اس کا معطوف لَا تَرْفَعُوا صُوَاتَكُمْ بھی ہے۔ اور اس کا عطف لَا تَرْفَعُوا صُوَاتَكُمْ پر ہے تو معنیٰ یہ ہوگا کہ غیر شعوری طور پر بھی اگر تمہاری آواز بلند ہو گئی تو میں تمہاری نیکیوں پر لکیر پھیر دوں گا۔ بلا ارادہ بھی کبھی اونچی آواز میں بات کر لی تو مجھے تمہاری کسی نیکی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ہر بندہ اپنا جج خود ہے، سب سے پہلی ججمنٹ ہمیں اپنے لئے دینی چاہئے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔

آواز بلند کرنا صرف یہ نہیں ہوتا کہ روبرو بیٹھے ہوئے آواز بلند ہو جائے۔ اس کا ایک معنیٰ اور بھی ہے جسے معنیٰ بعید کہا جاتا ہے۔ ہر جملے، ہر لفظ، ہر بات کے دو معنے ہوتے ہیں۔ ایک معنیٰ قریب ہوتا ہے اور ایک معنیٰ بعید ہوتا ہے۔ معنیٰ بعید اسے کہتے ہیں جو عمل اس کے نتیجے میں ظہور پذیر ہو۔ ایک حکم دیا جاتا ہے کہ پانی پیو۔ اس کا معنیٰ قریب یہ ہے کہ آدمی پانی اٹھا کر پی لے لیکن معنیٰ بعید یہ ہے کہ اس نے اس ''کہنے'' پر عمل کر لیا، وہ معنیٰ بعید ہے۔

خود ذاتِ باری کے جتنے اوصاف قرآن میں آتے ہیں مثلاً یَدُ اللّٰہِ فَوقَ اَیدِیھِم اب ''یَدُ'' کا لفظ انسان کے لئے بھی ہے اور ''یَدُ'' کا لفظ ذاتِ باری کے لئے بھی ہے۔ انسان کا ''یَدُ'' تو اس کا ہاتھ ہے لیکن اللہ تو جسم سے بالاتر ہے۔ اللہ کا ہاتھ کیا ہے۔ وہاں معنیٰ بعید ہوگا۔ اگر آپ کسی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیں تو مراد کیا ہے؟ کہ آپ اس کے محافظ ہیں، آپ اس کے ہمراہ ہیں، آپ اس کی حفاظت کریں گے، آپ اس کے ساتھ ہیں پوری طرح سے۔ یہ معنی بعید وہاں مقصود ہے۔ یعنی اللہ کی مدد، اللہ کا کرم، اللہ کی شفقت، اس کی حفاظت اس کے ساتھ ہے۔

اسی طرح اس حکم کا معنیٰ بعید یہ ہے کہ قیامت تک ہر وہ بندہ جو دعویٰ ایمان رکھتا ہے حضور کے کسی حکم کی خلاف ورزی کی جرات نہیں کرتا۔ اگر نبی کریم ﷺ نے ایک حکم دیا ہے، اس کے مقابلے میں کوئی اپنی طرف سے حکم جاری کرتا ہے تو یہ معنی بعید ہے۔ یہ اسی میں آئے گا کہ اس کی آواز حضور کی آواز سے بلند ہو گئی اور ایسے شخص کا کوئی عمل بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں ہوگا۔ حتیٰ کہ دنیا کا نظام ہے، اللہ کریم کا اپنا نظام ہے جو دنیا میں آتا ہے پھر قیامت تک یہی زمین اس کا قیام قیامت تک گھر بن جاتی ہے۔ اسی

زمین میں برزخ ہے،اس زندگی کے ساتھ ساتھ برزخ بھی چل رہا ہے،علیین بھی چل رہا ہے، سجین بھی چل رہا ہے۔

زمین ایک خط ہے،ایک حد فاصل ہے۔زمین کی سطح سے علیین شروع ہو جاتا ہے اور عرش الٰہی تک چلا جاتا ہے۔یہ سب وہ لوگ ہیں جو برزخ میں نجات یافتہ ہیں۔اپنے اپنے مقام و مرتبے کے مطابق علیین میں ہیں۔سطح زمین سے سجین شروع ہو جاتا ہے اور تحت الثریٰ تک جاتا ہے۔اور ہر نافرمان، ہر کافر اپنے اپنے درجے کے مطابق سجین میں ہے۔یہ ایک عالم اس عالم ظاہر کے ساتھ ساتھ وہ بھی چل رہا ہے۔ اور اس سے زیادہ مضبوط ہے۔آپ اگر تجربہ کرنا چاہتے ہیں تو دو شخصوں کو دیکھیں۔ایک وہ شخص جس کی عمر اطاعت الٰہی میں بسر ہوتی ہے۔بظاہر اگر مفلس بھی ہے، بظاہر اگر جفاکش بھی ہے، بظاہر اس پر زمانے کی سختیاں بھی ہیں لیکن وہ پرسکون ہوگا۔اس لئے کہ علیین کا پرتو اس کے دل میں سکون برساتا رہتا ہے۔اور کافر و بے دین و بدکار حکمران بھی ہوگا تو اس کے دل میں سکون نہیں ہوگا۔دولت مند بھی ہوگا تو اس کے پاس سکون نہیں ہوگا، بے چین ہوگا، بے قرار ہوگا، پریشان ہوگا۔کیوں؟ سجین میں جو سختیاں اس کے لئے بن رہی ہیں اس کے اعمال کے نتائج میں ان کا پرتو اور ان کی جھلک اس پر پڑتی رہتی ہے۔

تو یہ عالم ایک اور عالم کی زد میں ہے۔یہ عالم جو اپنے سارے حسن کے اندر دردناک اذیتیں رکھتا ہے، یہ عالم جو اپنی ساری خوبیوں کے پیچھے دکھوں کے انبار رکھتا ہے، یہ عالم جو اپنی ساری دولت کے ساتھ بے پناہ امراض رکھتا ہے، یہ عالم جسے اقتدار دے کر شہنشاہ بنا دے اس کے لئے ساتھ بے شمار دشمن بھی عطا کر دیتا ہے۔یہ عالم جس کی ہر خوبی کے پیچھے بے شمار خرابیاں ہیں، یہ اس قابل تو نہ تھا کہ حضور ﷺ یہاں قیام فرماتے لیکن کمال یہ ہے، سنت اللہ یہ ہے کہ جب حضور یہاں تشریف لائے تو قیام قیامت تک، قیام حضور ﷺ کا بھی اسی زمین پر ہوگا اس کے لئے اللہ نے جنت

ایک وہ شخص جس کی عمر اطاعت الٰہی میں بسر ہوتی ہے بظاہر اگر مفلس بھی ہے وہ پر سکون ہوگا اس لئے کہ علیین کا پرتو اس کے دل میں سکون برساتا رہتا ہے۔

الفردوس سے ایک ٹکڑا اتارا اور اسے زمین میں پیوست کر دیا۔ مابین روضتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ میرے حجرہ مبارک سے لے کر میرے ممبر تک جنت کا ایک ٹکڑا ہے جس کے قیام کے لئے رب العلمین نے جنت کا ایک خطہ زمین پر اتار دیا۔

آں فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

زمین پر جنت کا جو ٹکڑا ہے وہ روضہ، اطہر سے لے کر حجر رسول اللہ ﷺ تک ہے۔احباب نے تجربہ کیا ہوگا ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر۔اب اے سی لگ گئے، بجلیاں آگئیں، پنکھے لگ گئے۔ایک زمانہ تھا جب نہ بجلی تھی، نہ پنکھے تھے نہ اے سی تھا۔ہمارے احباب میں ایسے لوگ بھی تھے جو ان زمانوں میں حج پر گئے جب قافلے جدہ سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اونٹوں پر جاتے تھے۔گاڑیاں عرب میں بھی نہیں ہوتی تھیں۔بجلی کا تصور بھی نہیں تھا۔تب بھی ریاض الجنۃ میں بیٹھے ہوئے یوں محسوس ہوتا تھا کہ ہوا درمیان سے چہل قدمیاں کر رہی ہے، اٹھکیلیاں کر رہی ہے۔ایک ایک بندے کو چھو کر گزر رہی ہے۔اور آج بھی ریاض الجنۃ میں جا کر بیٹھ جائیے۔دو باتیں خاص طور پر آپ نوٹ کریں گے کہ ریاض الجنۃ سے باہر کا شور ریاض الجنۃ میں سنائی نہیں دیتا۔یوں تو مسجد نبوی میں ہی سنائی نہیں دیتا۔اب جب مسجد نبوی کی توسیع ہو رہی تھی تو اتنا شور، اتنی مشینیں، اتنی کھٹا کھٹ، لیکن جب آدمی مسجد کے دروازے سے اندر ہو جاتا تھا تو یکسر لگتا کہ یہ ایک الگ دنیا ہے، سکون ہی سکون ہے، کوئی آواز نہیں۔اور یہ تو میرا ذاتی تجربہ ہے کہ کنسٹرکشن کے پاس سے گزرتے تو سارے شہر میں کھٹا کھٹ کا شور ہوتا، بلڈوزر چل رہے ہیں، مشینیں چل رہی ہیں، شور مچا ہوا ہے۔ آپ مسجد کے دروازے سے اندر ہو جائیں، دروازے کھلے ہیں، بے شمار مخلوق ہے لیکن کوئی آواز نہیں۔

اور ریاض الجنۃ میں بیٹھ جائیے آپ

www.naqshbandiaowaisiah.com

جان لیں گے کہ یہ ہوا ایئر کنڈیشن کی نہیں ہے۔ اس کی خوشبو اور ہے، اس کی خنکی اور ہے اس کا لمس ہی کچھ اور ہے۔ اس لئے کہ جنت اس دنیا کی ہوا کی محتاج نہیں ہے۔ اس کی اپنی ہوائیں ہیں۔ اس کی اپنی کیفیات ہیں، اس کی اپنی روشنیاں ہیں۔ تو جس ہستی کے قیام کے لئے اللہ نے جنت سے ایک خطے کو زمین پر بھیجا ہے تو اس دنیا میں اس کا کیا کام؟ صرف ایک کام ...... فرائض نبوت کی بجا آوری۔

حضور حجتہ الوداع میں جلوہ افروز تھے۔ عرفات میں یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور وہ تمام نعمتیں جو مخلوق میری بارگاہ سے حاصل کرنے کی استعداد رکھتی ہیں وہ ساری کی ساری اس میں سمو دیں۔ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ میں نے اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں اب اس کے باہر کسی نعمت الٰہی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔ تو صحابہ کبار میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ 23 برس مسلسل قرآن کریم نازل ہوتا رہا اور روز انتظار ہوتا تھا کہ آج کیا حکم نازل ہوتا ہے، آج کیا بات ہوتی ہے؟ ہماری کوئی بات درجۂ قبولیت کو پہنچتی ہے یا ہماری کسی بات پر تنبیہ ہوتی ہے، گرفت ہوتی ہے۔ آج کیا ہوتا ہے۔ جب مکمل ہو گیا دین تو بڑے خوش ہوئے۔ ایک دوسرے کو سب نے مبارکیں دیں تو کہا کہ ابوبکرؓ کو تلاش کرو کہ سب سے زیادہ مبارک کا مستحق تو وہ یار غار ہے۔ آپ (ابوبکرؓ) کو دیکھا تو خیمے میں کونے کی طرف منہ کئے بیٹھے زار و قطار رو رہے ہیں ...... حضرت! ہم تو مبارک دینے آئے تھے۔ یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ اللہ کی نعمتیں تمام ہو گئیں، دین مکمل ہو گیا۔ فرمایا! اس بات کی خوشی تو مجھے بھی ہے لیکن مجھے یہ دکھائے جا رہا ہے کہ جب یہ کام مکمل ہو گیا تو حضور ﷺ اس دار دنیا میں جلوز افروز نہیں رہیں گے۔ پھر آپ کا یہاں کیا تھا۔ اس دنیا کی کیا حیثیت ہے کہ حضور ﷺ اس میں جلوہ افروز ہوں ...... اور وہی

> **ہم جس ماحول کا حصہ تھے اس میں فرعون تو بنتے ہیں، موسیٰ نہیں ملتا۔**

ہوا۔ اس کے 83 روز بعد نبی کریم ﷺ نے اس دار دنیا سے پردہ فرما لیا۔ حضور ﷺ جس کام کے لئے تشریف لائے تھے، جس کا پہلا حصہ ہے یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ کہ میری باتیں میرے بندوں کو پہنچا دو۔

...... میں یہ استعداد نہیں ہے کہ میں اس سے ہم کلام ہو جاؤں۔ ہر سینے میں وہ دل نہیں ہے کہ میری آواز سن سکے، ہر دل میں وہ بات نہیں ہے کہ میری بات سمجھ سکے۔ اس لئے میرے حبیب تو تشریف لے جا۔ میری بات میرے بندوں سے کہہ۔ جو قبول کرے وَیُزَکِّیْهِمْ پھر اس کے دل کو اس قابل بنا کہ وہ میری بات سمجھ سکے۔ میری بات پہنچا دے میرے حبیب میرے بندوں تک اور جو قبول کرے اس کے دل کو پھر تو پالش کر تو اس کے دل کو دھو، تو اس کے دل کو پاک کر، تزکیہ کر اور اسے اس قابل کر دے کہ وہ میری بات سمجھ سکے۔ جب یہ استعداد اس میں آ جائے پھر انہیں میری کتاب کی تعلیم دے۔ پہلے ہے کہ انہیں پہنچا، تلاوت کر۔ یَتْلُوْا پھر فرمایا یُعَلِّمُهُمْ پھر انہیں الکتاب کی تعلیم دے۔ الکتاب کے الفاظ تو وہ جان لیں گے میرے حبیب لیکن ان الفاظ کے پیچھے منشاء ربانی کیا ہے، یہ حکمت ہے اور یہ بھی ان کے دلوں میں بھر دے۔ یہ صرف الفاظ ہی نہ جانیں اس کتاب کے بلکہ ان کے مفاہیم اور منشائے باری، اس لفظ کے پیچھے منشائے باری کیا ہے۔

ہم وہ بدنصیب ہیں جن کے اور آقائے نامدار ﷺ کے درمیان چودہ سو سالوں کا طویل فاصلہ حائل ہے۔ چودہ صدیاں حائل ہیں۔ اب جوں جوں زمانہ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دور ہوتا ہے اس میں سے دیانت و امانت، استعداد و قابلیت، پاکیزگی اور طہارت کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ جس طرح روشنی سے آپ جتنے دور جاتے ہیں اتنی چیزیں مدھم ہوتی جاتی ہیں اور ان پہ تاریکی کا سایہ چھا جاتا ہے۔ سورج ہیں محمد رسول اللہ ﷺ۔ قرآن نے فرمایا ' سراجا منیرا

www.naqshbandiaowaisiah.com

روشنیاں بانٹنے والا سورج۔ اب جب سورج سے آپ جتنے اوجھل ہوتے جائیں گے..... ایک کمرے میں جائیں گے، اس سے اگلے دوسرے کمرے میں جائیں گے، اس کے آگے تیسرے میں جائیں گے اور کمرہ ہی اگر ایک سو سال کی مسافت کا ہو تو ہم تو اب پندرہویں کمرے میں ہیں۔ اس کا اور کوئی روزن، کوئی کھڑکی، کوئی دروازہ نہیں ہے۔ کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ تو تہہ در تہہ ظُلُمٰت" بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا تاریکیاں ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ ایک دوسرے کے اوپر غلاف کی طرح چڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ہم تو پندرہویں کمرے، پندرہویں صدی میں آ گئے۔

کہاں شمع رسالت کہ جس کی کرنیں دلوں کو ایسے منور کر دیں کہ ایک نگاہ میں شرف صحابیت سے سرفراز کر دیں اور کہاں پندرہ صدیوں کا فاصلہ..... لیکن اللہ نے جب کوئی نیا نبی نہیں بنانا تھا، نیا رسول مبعوث نہیں کرنا تھا، نئی شمع روشن نہیں کرنی تھی تو ایسے اسباب پیدا فرما دیئے کہ اسی سورج کے گرد چاند اور ستارے بنا دیئے۔ وہ اسی سورج سے روشنیاں لیتے ہیں اور جہان کو منور کرتے ہیں۔ اب کچھ علاقوں میں چھ مہینے کی رات ہو جاتی ہے، چھ مہینے سورج نظر نہیں آتا لیکن کیا اندھیرا ہو جاتا ہے؟ نہیں! اندھیر اصرف اندھوں کے لئے ہوتا ہے۔ آنکھوں والوں کو ستاروں کی روشنیاں راستہ دکھاتی رہتی ہیں۔ جس طرح فجر کا سماں ہوتا ہے اس طرح کی روشنی ستاروں کی رہتی ہے۔ ستارے روشنی کہاں سے پاتے ہیں؟ سورج سے۔ ستاروں میں اپنی روشنی نہیں ہوتی، چاند کے پاس اپنی روشنی نہیں ہوتی۔ سورج سے مستعار لیتا ہے۔ مخلوق کو جب ان صدیوں کے پیچھے جانا تھا بے شمار دلوں کو اللہ نے سورج کے گرد چاند اور تاروں کی طرح جمع کر دیا اور یہ ستارے تب تک روشنیاں بانٹیں گے جب تک یہ زمین و آسمان قائم رہیں گے۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل انوارِ نبوت سے منور ہوئے۔ یہی وہ لوگ

دنیا میں سب سے بگڑا ہوا انسان زمیندار ہوتا ہے۔

ہیں..... کیا خوش نصیب لوگ ہیں جن کی عمریں اکتسابِ برکات میں بسر ہو گئیں..... کیسے عجیب لوگ ہیں کہ جنہیں مخلوق کی ہدایت کا سبب بنا دیا۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ، اللہ ان کے درجات ہمیشہ بلند فرماتا رہے۔ اور ان کی قبرِ مبارک پر کروڑوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے..... کیسی عجیب بات ہے کہ ایک انتہائی جاہل سے قصبے میں دینوی وسائل سے دور، یہاں راستہ تک پکا نہیں ہے، کوئی بس اور گاڑی نہیں جاتی، بیسویں صدی کے آخر جس دنیا راکٹ ایجاد کر رہی ہے وہاں سائیکل نہیں ملتا..... ان کے قلب میں اتنی روشنی ہوئی کہ اس نے پھر دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک پھر سینوں کو منور کر دیا۔

ہم نے بے شمار اہل اللہ کے واقعات پڑھے ہیں۔ الحمدللہ، اولیاء اللہ کے واقعات پڑھنا ایک نئی تازگی دے دیتا ہے اور یوں پتہ چلتا ہے کہ اللہ اللہ کا جو پودا دل میں لگا اسے کسی نے پانی دے دیا۔ محض اہل اللہ کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو دل میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ جو ایک ننھا سا پودا دل میں ہے اسے کسی نے پھر سے پانی دے دیا۔ اس پر تازگی و فرحت آ جاتی ہے۔

تبع تابعین کے بعد، خیر القرون کے بعد، تب سے لے کر حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات تک اللہ کے جتنے مقبول بندے زمیں میں آرام فرما ہیں کہ اگر اللہ کسی کو نظر دے اور وہ زمیں کو دیکھے تو آسمان پر اتنے ستارے نظر نہیں آتے جتنے اہل اللہ زمیں میں آرام فرما رہے ہیں۔

ہر طرف سے جداگانہ انوارات نکلتے ہیں اور ہر بندے کے دل سے جداگانہ کیفیات اٹھتی ہیں اور بے شمار اہل اللہ وہ بھی ہیں جو عالم امر تک پہنچے ہیں۔ لیکن ایک بات خاص طور پر نوٹ کرنے کی ہے..... صحابہ کے پاس جو آیا تابعی ہو گیا، تابعین کے پاس جو بھی آیا تبع تابعی ہو گیا، تبع تابعین کے پاس آنے والے سارے ولی نہیں ہو سکے۔ اور تب سے لے کر

www.naqshbandiaowaisiah.com

حضرت رحمتہ اللہ کی ذات تک ہر ولی اللہ کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ لاکھوں لوگ حلقہ ارادت میں آئے ان کے عقائد کی اصلاح ہوئی، ان کے اعمال کی اصلاح ہوئی، انہوں نے وظائف پڑھے لیکن ہر آنے والے کا سینہ منور نہیں ہوا۔ اگر کسی کے پانچ لاکھ مرید ہیں تو شاید بمشکل اس نے پانچ آدمیوں کو اللہ اللہ سکھائی ہو۔

کیفیات قلبی عطا کرنا یہ بڑا مشکل کام ہے۔ اس میں دو مصیبتیں ہوتی ہیں۔ وہی جو فرائض نبوت میں ہیں۔ يُزَكِّيهِمْ پہلے اس کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ اللہ اللہ سیکھ جائے۔ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ پھر کتاب و حکمت اس میں بھری جائے۔ اور تابعین کے بعد تاریخ میں ایک ہی نام آئے گا، حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا جس کے پاس آنے والے ہر فرد کا دل روشن ہو گیا...... وہ امیر تھا یا غریب تھا، وہ بچہ تھا یا وہ بوڑھا تھا، وہ مرد تھا یا عورت، وہ عالم تھا یا ان پڑھ تھا۔ جو بھی آیا، مجلس میں بیٹھا، اس کا دل روشن ہو گیا۔ یعنی ہمیں ان چودہ تاریک ترین بڑے بڑے، سو سو سال کے کمروں سے، آگے سے آگے، آگے سے آگے، پندرہ تاریک ترین دور میں جب ہم داخل ہوئے تو اللہ کریم نے اتنی روشنیاں بکھیریں کہ پھر سے ایک چاند طلوع کر دیا۔ اب اس میں اسلام کیا ہے، دین کسے کہتے ہیں، دین کا اصل اور اساس کیا ہے؟ میرے بھائی! جسم تو بڑا ہے، دماغ کہتے ہیں کہ سب سے اعلیٰ ہے لیکن میں تو سمجھتا ہوں کہ دماغ بھی جسم کا سیکرٹریٹ ہے۔ فیصلے کوئی اور کرتا ہے، حاکم کوئی اور ہے۔ ایک دفتر ہے جس میں یادیں ہیں، جس میں حکم آتا ہے تو تعمیل کے لئے آگے حرکت کرتا ہے، اس پر عمل کراتا ہے، حکم تو دل دیتا ہے۔ اور دل بھی یہ پمپنگ مشین نہیں، کہیں دور اس کے اندر کوئی چیز ہے جسے حواد کہتے ہیں۔ اس کے اندر کوئی ہے ایسی شے، کوئی ایسا نسخہ جہاں آرزوئیں جنم لیتی ہیں، جہاں خواہشات پیدا ہوتی ہیں۔ جس کی پسند و ناپسند کے فیصلے ہوتے ہیں۔ وہ ایک چھوٹا سا نسخہ اس سارے بدن کی اصل ہے۔ اسی طرح سارے اسلام کی بھی ایک چھوٹی سی کیفیت ہے جو سارے کا سارا

> میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس کسی نے ہمیں تراشا اس نے بہت مشکل کام کیا۔ کہاں اللہ کی کتاب، اور کہاں ہم جیسے جاہل گنوار۔

اسلام ہے اور اسے کہتے ہیں وفا۔ اسلام صرف وفاؤں کا نام ہے۔ مجاہد جہاد کرتا ہے وہ اپنی جان ہار جاتا ہے۔ کیوں؟ اسے شہید کیوں کہا اللہ نے۔ وہ اپنی وفاداری کی گواہی جان ہار کر دیتا ہے۔ شہید کا مطلب ہے گواہ۔ اس نے تو گواہی دینے کا حق ادا کر دیا کہ میں اسی بات پر قائم ہوں چاہے گردن کٹتی ہے تو کٹ جائے، سر کٹتا ہے تو کٹ جائے۔ سینہ پھٹتا ہے تو پھٹ جائے، جان جاتی ہے تو چلی جائے۔ اللہ فرماتے ہیں اس نے میرے نبی کے ساتھ وفا کرنے پر اپنی جان دے کر گواہی دے دی۔ یہ شہید ہے تو سارا حاصل اسلام کا کیا ہے؟ وفا...... وہ ہستی جس کے قیام کے لئے اس زمین میں استعداد نہیں تھی، اللہ نے جنت سے ٹکڑا بھیجا۔ اس ہستی سے وفا کتنی ہے۔

جب وفا کی بات چلتی ہے......

ایک فارسی کا شاعر کہتا ہے:

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود

کتا گزر رہا تھا اور مجنوں نے اسے پکڑا اور اس کے پاؤں چومنے لگا۔ لوگوں نے دیکھا تو کہا کہ پاگل تو اور بھی ہوتے ہیں تم بھی پاگل تو ہو لیکن یہ تو پاگل پن کی بھی انتہا ہے اور کتے کے پاؤں چومنے کی کیا تک بنتی ہے۔

گفت ایں سگ گاہے گاہے کوئے لیلیٰ رفتہ بود

میں نے کبھی کبھار اس کتے کو لیلیٰ کی گلی سے گزرتے دیکھا ہے۔ وفا ایک عمل استمرار ہے، ایک تسلسل ہے، ایک نہ ختم ہونے والا عمل ہے۔ تو جس کسی نے بھی نبی سے وفا کی ہم اس سے وفا کرتے ہیں۔ جو اس گلی سے گزرا، اس کے نقش کف پا کو بھی چومتے ہیں۔ جو اس کی بات کرے، اس کی باتوں پہ بھی نچھاور ہو جائیں جو اس کا کام کرے ہم اس کے دست و بازو بن جائیں...... کیوں؟ کیونکہ ہمیں اس سے وفا کرنی ہے جس کا یہ غلام ہے۔ کتے سے تو مجنوں کو کوئی پیار نہیں تھا۔ گلی سے تو مجنوں کو کچھ لینا دینا نہیں تھا۔ بات تو لیلیٰ تک پہنچتی ہے تو سارے کا سارا اسلام وفا ہے اور یہ سارے کی ساری محنت، یہ سارے کا سارا مجاہدہ جس کی

توفیق اللہ کریم نے آپ کو دی، جس کے لئے ہم کر رہے ہیں، جس کے لئے آپ کر رہے ہیں ہماری کوئی حیثیت نہیں۔ ہمارے پاس سب کچھ مستعار ہے، سب کچھ مانگا ہوا ہے، سب کچھ کسی اور کا ہے۔ ہم کیا ہیں؟ میں تو اس شعبہ کا آدمی ہی نہیں ہوں۔ میرا باپ مولوی نہ دادا مولوی، نہ باپ پیر نہ دادا پیر، نہ کبھی ہم نے پیری مریدی کا کوئی تماشہ دیکھا۔ ہم تو کاشت کار لوگ ہیں، کسی سے دوستی ہوئی تو اس پر نچھاور ہو گئے، کسی سے بگڑ گئے تو اس کا سر پھاڑ دیا۔ ہمارا کیا ہے، ہمیں تو کوئی اس بات کا شعور ہی نہیں تھا۔ ہم تو جانتے بھی نہیں تھے کہ محبت کیا ہوتی ہے، وفا کسے کہتے ہیں؟ ہم جس ماحول کا حصہ تھے اس میں فرعون تو بنتے ہیں، موسیٰ نہیں ملتا۔ جس معاشرے کا اور معاشرے کے جس طبقے کا حصہ میں ہوں، یہاں جو زمیندار بیٹھے ہیں، اپنے آپ کو بھی جانتے ہیں اور اپنے زمیندار بھائیوں کو بھی۔ دنیا میں سب سے بگڑا ہوا انسان زمیندار ہوتا ہے۔ اب یہ ضروری نہیں کہ وہ ہزار مربعے کا مالک ہو۔ دو بیگھے کا مالک زمیندار بھی اتنا ہی اکڑا ہوا ہوتا ہے جتنا ہزار مربعے کا مالک اکڑا ہوا ہوتا ہے۔ یہ شعبہ ہی ایسا ہے۔ یہ کام ہی ایسا ہے، یہ سینہ پھاڑنا جانتے ہیں بس ہل جوت لیا، زمین کا سینہ پھاڑ دیا، کوئی سامنے آیا تو اس کا سر پھاڑ دیا، کسی سے بگڑ گئے تو اس کا سینہ پھاڑ دیا، یہ محبتوں سے، الفتوں سے، وفاؤں سے آگے لوگ ہوتے ہیں، یہ الٹ قسم کے لوگ ہوتے ہیں یہ نرم مزاج لوگ نہیں ہوتے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو نہیں آتے۔

ہمارے ساتھ ایک گاؤں ہے وہاں لڑائی ہوئی اور ایک بھائی قتل ہو گیا اور اسکا دوسرا بھائی آیا تو اس نے اس کے چہرے سے چادر اٹھا کر اسے اتنی بڑی گالی دی اور کہا کہ تم نے میرا انتظار کیوں نہیں کیا۔ اکیلے ہی مارے گئے۔ شاید زمیندار نہ ہوتا اور کسی طبقے کا بندہ ہوتا تو اس کا دل پسیج جاتا، اس کی آنکھ سے کوئی آنسو ٹپکتا وہاں قتل شدہ سے بھی لڑ رہا تھا اور گالیاں دے رہا تھا۔ کہ مجھے تو آنے دیتے، مرنا ہی تھا تو دونوں مرتے نہیں تو مارنے والوں کو مارتے یہ کیا

ہمیں نہیں پتہ تھا کہ شیعہ کا اعتراض کیا ہے، ہمیں نہیں پتہ تھا کہ سنیوں کا جواب کیا ہے۔ ہمیں یہ نہیں پتہ تھا سنی ہوتے کون ہیں اور شیعہ کہتے کسے ہیں

تم نے کیا۔ تمہاری ایسی تیسی بے وقوف آدمی۔ ہم تو اس طبقے کے لوگ تھے۔ ہماری آنکھوں میں پانی لانے والا کون تھا۔ ہمارے دل کو درد آشنا کس نے کر دیا۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس کسی نے ہمیں تراشا اس نے بہت مشکل کام کیا۔ کہاں منبر رسالت ﷺ، کہاں محراب و مسجد، کہاں اللہ کی کتاب، کہاں برکات محمد رسول اللہ ﷺ اور کہاں ہم جیسے جاہل اور گنوار۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

ہمیں تو کسی نے پہاڑوں سے اٹھا کر، جنگلوں سے، ویرانوں سے اٹھا کر اس بارگاہ میں پہنچا دیا جہاں فرشتے بھی جھجک کر جاتے ہیں۔ اب ہماری زندگی کیا ہے کہ ہم اس سے وفا کتنی کرتے ہیں، یہی ہمارا اسلام ہے، یہی ہمارا دین ہے، یہی ہماری عبادت ہے، یہی ہمارے ذمے ہے کہ ہم اپنی طرف سے اب کیا کریں، اس طرف سے کیا ہوا وہ تو بے حد و بے حساب ہے۔ اب ہم کیسے وفا کرتے ہیں یہی اسلام ہے۔ سارے کی ساری محنت، سارے کا سارا مجاہدہ...... ارے دنیا میں جو ہوتا ہے وہ خود کرتا ہے...... اگر کہیں کفر کو غلبہ دے دیا...... مسلمان بدکار ہو گئے انہیں سزا دینے کے لئے ان پر کافر مسلط کر دیئے...... جب چاہے گا کافروں پر اپنے ایسے بندے مسلط کر دے گا وہ ان کے پرخچے اڑا دیں گے۔ یہ کوئی پہلی بار تو نہیں ہمیشہ ہوتا آیا ہے۔ جب چاہتا ہے بارش برسا دیتا ہے، جب چاہتا ہے سورج چڑھا دیتا ہے، جب چاہتا ہے سانس لینے کی فرصت دیتا ہے جب چاہتا ہے روک دیتا ہے۔ جو ہوتا ہے وہ خود کرتا ہے۔ بندے کی صرف وفاؤں کا امتحان ہوتا ہے کہ کہاں اس کی وفائیں اپنے نفس کے ساتھ ہیں۔ کہاں اس کی وفا میں دنیاوی لذات کے ساتھ ہیں۔ کہاں اس کی وفا میں اپنی خواہشات کے ساتھ ہیں اور کون ہے جو میرے ساتھ، میرے حبیب کے ساتھ وفا کرتا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

اتنی سی بات ہے۔ اور اس بات کو اپنے آپ کے اندر، اپنی ذات کے اندر تلاش کیا کرو اور جانچتے رہا کرو۔ حالات بدلتے رہتے ہیں، چیزیں بدلتی رہتی ہیں، رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ اگر ایک چیز کو بڑا خوبصورت رنگ کر کے دھوپ میں رکھ دیتے ہیں شاید دو ہفتے، تین ہفتے، چار ہفتے بعد اس میں وہ چمک نہ رہے، دو چار بارشوں کے بعد شاید کہیں کہیں سے پھٹ جائے، پھر اسے دھوپ کی تپش سے بچانا ہوگا، پھر اسے برستی بارشوں سے بچانا ہوگا، پھر اسے خرابیوں سے بچانا ہوگا۔ یہی حال وفاؤں کا ہے۔ یہ تو اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایسا شیخ کامل عطا کر دیا۔

میں نے پہلی دفعہ جب بات سُنی تو بہت حیرت ہوئی۔ کمال عجیب آدمی تھے۔ حیرت کی بات ہے ممبر پر بیٹھ کر تقریر فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں یار اگر کسی کو بارگاہِ نبوی کی حاضری کا شوق ہو تو میرے ساتھ آ جائے۔ پیٹ بھر کے کھائے، آرام کرے، بے شک موج کرے لیکن میں اللہ اللہ کراؤں گا وہ کرتا رہے یہ میرا کام ہے کہ میں اسے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کرا دوں۔ حیرت سے منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ یہ کھدر پوش دیہاتی، ایک سادہ سا آدمی، پورے سے قد کاٹھ کا، گندمی رنگ کا، عام دیہات کے رہنے والا، گاؤں کا رہائشی۔ بڑے سے بڑی بات ہے تو مولوی ہوگا، عالم ہوگا۔ بہت بڑی بات ہے مناظرہ ہے تو مناظرہ کرے گا لیکن یہ کیا کہہ رہا ہے۔ لیکن دل نے گواہی دی کہ جو کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے، کوئی شخص اتنا بڑا جھوٹ نہیں بول سکتا۔ ایسی دعوت جھوٹی دی نہیں جا سکتی۔ یہ جھوٹ بولا جا سکتا ہے کہ آؤ میں تمہیں وزیر بنوا دوں گا۔ یہ جھوٹ بولا جا سکتا ہے کہ میں تمہیں وزیر اعظم بنوا دوں گا۔ یہ جھوٹ بولا جا سکتا ہے کہ میں تمہیں بہت عالیشان مکان دے دوں گا لیکن یہ جھوٹ نہیں بولا جا سکتا کہ میرے ساتھ آؤ میں تمہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا دوں گا۔ یہ آسان بات نہیں ہے۔ حضرت نے ایسے فرمائی..... حضرت نے ایسے فرمائی جیسے عام روٹین کا ایک جملہ ہوتا ہے۔ اس بیان کی اس جملے کی وہ جو سادگی تھی، اس میں جو صداقت تھی اس نے اسیر کیا اور اللہ کا احسان ہے کہ عمر اس قید میں بسر ہوئی۔ یہ اس کا کرم ہے ہم کہاں تھے۔ میں تو مولویوں کو سننے جایا ہی نہیں کرتا تھا۔ میرا مزاج ایسا تھا کہ میں مولوی کی بات سننے نہیں جاتا تھا۔ وہاں بھی اس لئے گئے کہ وہاں مناظرے کا ایک رنگ بنا ہوا تھا، شیعہ سنی فساد تھا، سنیوں کی حمایت میں چلے گئے۔ ہمیں یہ بھی نہیں پتہ تھا سنی کیا ہوتے ہیں، شیعہ کیا ہوتے ہیں۔ یہ پتہ تھا کہ ہماری پارٹی سنیوں کے ساتھ ہے۔ بس، ڈنڈے لے کر چلے جاؤ، کوئی شیعہ شرارت کرے تو سر پھاڑ دیں گے۔ اس کے علاوہ ہمارا تو کوئی تعلق نہیں تھا۔ ہمیں نہیں پتہ تھا کہ شیعہ کا اعتراض کیا ہے، ہمیں نہیں پتہ تھا کہ سنیوں کا جواب کیا ہے۔ ہمیں یہ نہیں پتہ تھا سنی ہوتے کون ہیں اور شیعہ کہتے کسے ہیں اس سے ہمارا کیا لینا دینا۔ لیکن اس کے اس ایک جملے نے ایسا قید کیا کہ عمر بیت گئی اور اگر اللہ اس عمر کو لاکھوں گنا بڑھا دے تو اللہ کرے کہ اس قید سے کبھی آزاد نہ ہوں۔ اس پر موت آئے اور انہی کے قدموں میں اللہ حشر کے دن اٹھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سب کا حاصل تصوف، ولائیت، قرب سب کچھ وفا ہے۔ اپنی حیثیت کے مطابق ہر کوئی وفا کرے گا۔ اپنی استعداد کے مطابق کرے گا لیکن کرے تو وفا۔ اگر وفاؤں میں فرق آ گیا تو عبادات سے روح نکل جائے گی۔ وفاؤں میں فرق آ گیا تو تعلق باللہ کی روح ختم ہو جائے گی۔ اگر وفاؤں میں فرق آ گیا تو بارگاہِ نبوی سے جو برکات آتی ہیں وہ رُک جائیں گی۔ ہر بندہ اپنا جج خود ہے۔ ساری زندگی ہم دوسروں کے جج بنے رہتے ہیں حالانکہ سب سے پہلی ججمنٹ ہمیں اپنے لئے دینی چاہئے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ دوسروں کا حساب لینے والا موجود ہے۔ وہ میرا اور آپ کا شعبہ نہیں ہے۔ اگر دنیاوی احتساب ہو تو اس کا ایک نظام ہے، جو اس نظام کا حصہ ہیں وہ لیں، وہ نہیں لیتے تو ان کا بھی حساب لینے والا ہے۔ کسی کے اندر کیا ہے وہ جانے اس کا رب جانے، وہ اپنے نتائج پائے گا لیکن ہمیں یہ ضرور دیکھنا چاہئے کہ میرے اندر وفائیں کتنی ہیں، خطائیں کتنی ہیں۔ خطاؤں سے اللہ کی مدد مانگو نکلنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہو۔ وفاؤں کے لئے اللہ کی مدد مانگو کہ اس میں ہر لمحہ اضافہ ہوتا رہے۔ اللہ کریم ہم سب کی خطاؤں سے درگزر فرما کر وفاؤں سے آشنا کر دے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

دی فری میسنز (حصہ سوم، آخری قسط)

(برطانیہ کے ایک عیسائی سکالر کی تحقیق اور کومنٹری پہ مبنی انگریزی ڈاکومنٹری فلم کا اردو ترجمہ)

مترجم ..... آسیہ اعوان
دارالعرفان ..... چکوال

''اس تیسرے اور آخری حصے میں یہ بتایا جارہا ہے کہ کس طرح ''دی فری میسنز'' لوگوں کی زندگیوں، ان کے خیالات اور حالات وواقعات کو کنٹرول کرتے ہیں اور کیسے ان کی صحت و بیماری، رزق اور زندگی وموت کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ نیز یہ کہ یہ سب دجال کے چیلے ہیں۔ اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ دجال کے فتنے سے متعلق اسلامی تعلیمات کیا ہیں اور یہ کس طرح ان پہ پورے اترتے ہیں۔''

آغاز :-

'' اور وہ رکاوٹ یہ ہے کہ Hard Currency یعنی روپے کو کیش کی صورت میں استعمال کرنے والا ان کی جاسوسی سے بچ جاتا ہے اور اس سے متعلق بہت سی معلومات اکٹھی نہیں ہو پاتیں گویا ضائع ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ روپے کا لین دین ٹرانسفر نہیں کیا جاسکتا۔

اس مسئلے کے توڑ کے لئے اب اقدامات کئے جارہے ہیں کہ روپے کو ایسے سسٹم میں تبدیل کر دیا جائے جو مکمل طور پر "Electronic Funds transefer" پہ انحصار کرتا ہو۔ جسے آپ دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک ایسا سسٹم جو مکمل طور پر کارڈز پر منحصر ہوگا۔

UK میں جگہ جگہ سمارٹ کارڈ اور الیکٹرانک منی متعارف کرانے کیلئے ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے اس سلسلے میں سب سے پہلے Nat West کی The Mondex Scheme سے آغاز ہوا۔ اور پھر Midland Banks اور British Telecom برطانیہ میں سمارٹ کارڈ کا پہلا نشان ہے۔

ہر سمارٹ کارڈ کے اندر ایک مائیکرو چپ ہوتی ہے جو روپے کے ہر چھوٹے بڑے لین دین کا حساب رکھتی ہے۔ نہ صرف روپے پیسے کے معاملے میں بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز کا جس کے لئے اسے استعمال کیا گیا ہو۔ کیونکہ یہ کارڈ بہت سے کام کرسکتا ہے۔ مثلاً کریڈٹ کارڈ کے طور پر استعمال ہوسکتا ہے۔ بلڈنگ سوسائٹی پاس بک کے طور پر، لائبریری کارڈ، ٹریول کارڈ، فون کارڈ اور عین ممکن ہے کہ آئندہ I.D. کارڈ کے طور پر بھی استعمال ہونا شروع ہوجائے۔

اس کا تصور سب سے پہلے فرانس سے آیا۔ جس کے پاس پہلے ہی بہت سخت شناختی نظام موجود ہے۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ آئی ڈی کارڈ سے آپ چاہے جتنی معلومات حاصل کرلیں لیکن وہ یہ کبھی نہیں بتا سکتا کہ اس وقت وہ شخص کہاں پر موجود ہے۔ اس کے لئے تو ایک ایسی Tracing Device کی ضرورت ہے جسے اس شخص کے ساتھ لگا دیا جائے تاکہ پتہ چلتا رہے کہ پورے گلوب میں اس وقت، کہاں پہ موجود ہے۔

ظاہر ہے اس کے لئے ایک مائیکرو چپ کی ضرورت ہے یعنی الیکٹرانک امپلانٹ مائیکرو چپ سے لیس شناختی آلہ، جسے جلد کے نیچے لگا دیا جائے جو تمام مقاصد پہ پوری اُتر سکے۔

یہ امپلانٹ چپ سگنل چھوڑیں گے جنہیں سیٹلائٹ کیچ کرلے گی جو کہ پہلے ہی سے زمین کے گرد مدار میں موجود ہے۔ یوں با آسانی اس چیز یا اس شخص کو نہ صرف لوکیٹ کیا جاسکے گا بلکہ اس کی شناخت بھی ممکن ہوگی۔

شائد ابھی آپ کو یہ ساری باتیں افسانوی لگیں اور شائد ہیں بھی لیکن بہت جلد حقیقت کا روپ دھارنے والی ہیں۔

اس وقت زمین کے Orbit میں امریکہ اور اس کے حلیفوں 48 Global Positioning Satellites موجود ہیں اور آنے والے ہر سگنل کو وصول کرتی اور ان کے ذریعے حاصل ہونے والی صحیح ترین معلومات کو آگے منتقل کردیتی ہیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

اس وقت سگنل دینے والے آلات صرف ٹینکوں، جنگی جہازوں، ہوائی جہازوں اور ہتھیاروں یا آلات وغیرہ سے منسلک ہیں اور انہیں Navigation کے مقاصد کے لئے استعمال کیا جارہا ہے جبکہ اس ضمن میں اگلا قدم یہ متوقع ہے کہ وہ ایک ایسا آلہ متعارف کرائیں گے جو افراد کی موجودگی کا سگنل دے۔

حال ہی میں ایک ایسا آلہ بنایا بھی جاچکا ہے جس کو Electronic tag کا نام دیا گیا ہے اور جس کا یہی مقصد ہے۔ اور ایک سکیم کے تحت یہ Tags آپریشن کے ذریعے UK میں لوگوں میں لگائے بھی جارہے ہیں اس کے لئے یہ وضاحت دی جاتی ہے کہ یہ سب کچھ پہلے سے بھری ہوئی جیلوں کی آبادی کم کرنے کے لئے کیا جارہا ہے۔

یہ Tag لگوانے والے کی کلائی پہ بحفاظت لگایا جاتا ہے تاکہ دیکھا جاسکے کہ وہ کرفیو کی خلاف ورزی تو نہیں کررہا۔

ایک بڑی Tagging سکیم نے مانچسٹر، برک شائر اور نارفولک میں اس منصوبے کے تحت کام شروع کر بھی دیا ہے تاکہ اسے آنے والے سالوں میں دوسرے ممالک تک بھی پھیلایا جاسکے۔

''ڈیلی ٹیلی گراف'' کے ایک مضمون جو 13 نومبر 1997ء میں چھپا تھا میں موجودہ برٹش ہوم سیکرٹری Jack Straw نے کہا ہے کہ ''الیکٹرانک ٹیگنگ گزشتہ چند سالوں میں بہت ترقی کر گیا ہے۔ کیونکہ لوگوں نے اس میں اپنا اعتماد ظاہر کیا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس میں مزید ترقی کی بہت گنجائش موجود ہے۔''

لوگوں کی کڑی نگرانی کرتے ہوئے ''دی میسنز'' Global control کے اپنے منصوبے کو مزید ترقی دے سکتے ہیں اپنے طریقوں سے سازباز کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے مقصد کے لئے کوئی سے ذرائع اختیار کرنا قطعاً مشکل نہیں ہے۔

''دی فری میسنز'' کا ایک گورنمنٹ باڈی کے ذریعے پوری دنیا پہ کنٹرول حاصل کرنے کے منصوبے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں لازماً مکمل گلوبل اکنامک یونین، مکمل عدالتی اور سیاسی اتحاد اور مکمل گلوبل ملٹری اتحاد کی راہیں تلاش کرنی ہوں گی۔

25 مارچ 1957ء میں "European Econonic Community" کے قیام سے گلوبل گورنمنٹ کی جانب پہلا کامیاب قدم اٹھایا جاچکا ہے۔ تب سے اب تک ''EEC'' گلوبل گورنمنٹ آرڈر کیلئے ایک Testing ground کا کام دے رہی ہے۔

بنیادی لگان یا کرایہ کے ساتھ (کی EEC) ممبر ریاستوں میں آزادی نقل وحرکت کا قیام ہو چکا ہے تاکہ لوگ اور اشیاء صرف ایک سپریم سٹیٹ کے تحت آزادانہ آجاسکیں۔

ساتھ ہی ساتھ Complete Monetary Union کے منصوبے پہ بھی کام کیا جارہا ہے اور یورپ میں حکومتی باڈی کی قوت ہر روز بڑھ رہی ہے جو مکمل سیاسی اور عدالتی اتحاد کی راہیں ہموار کررہی ہے۔ اس سب کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آخر کار یورپین اکنامک کمیونٹی ایک Super State کے تحت وہاں ایک کرنسی، ایک اکانومی اور ایک گورنمنٹ ابھر کر سامنے آئے گی اور وہ گورنمنٹ یقیناً Masonic Government ہوگی۔

یورپین اکنامک یونین کے تین بڑے کھلاڑی برطانیہ، فرانس اور جرمنی ہیں۔ ان میں سے برطانیہ اور فرانس تو مدتوں سے مسانک کے زیر کنٹرول ہیں دوسری جنگ عظیم میں جرمنی مکمل طور پر فرانس کا ملحقہ حصہ تھا اور امریکہ کا بھی (جو کہ ایک اور مسانک نیشن ہے) اور سویت یونین کا۔ جرمنی کا وہ حصہ جو مذکورہ تینوں مسانک ممالک کے زیر کنٹرول تھا کی ایک الگ سیاسی شناخت قائم کی گئی اور اسے West Germany کا نام دیا گیا۔ پھر (بعدازاں) دیوار برلن گرنے سے ویسٹ جرمنی نے ایسٹ جرمنی پہ بھی غلبہ پالیا۔

تنہا یورپ ہی Super State بن جانے کے چکروں میں نہیں ہے بلکہ امریکہ اور میکسیکو، صرف یہی دو ممالک اب تک ''NAFTA'' یعنی North American Free Trade Agreement کے ممبر ہیں۔ جبکہ جنوبی اقوام کو اس معاہدے کو جائن کرنے پر مسلسل دباؤ دیا جارہا ہے۔

امریکہ اور یورپ کے مضبوط مسانک ممالک ہونے سے Globel Union ایک جائز اور آسان کام ہو جائے گی۔ البتہ ''دی

www.naqshbandiaowaisiah.com

میسز'' اگر گلوبل یونین کے ماسٹر بننا چاہتے ہیں تو انہیں ایک اور مسئلے سے بھی نبٹنا پڑے گا۔

70 کی دہائی تک یہ بات بہت حد تک واضح ہو چکی تھی کہ یورپ اور امریکہ کی سفید فام نسل تیزی سے کم ہو رہی ہے۔ اس کے باعث تیسری دنیا کے بڑھتے ہوئے سائز کو کم کرنا ضروری ہو گیا۔ ورنہ یہ قومیں مساتک کے ذریعے کنٹرول کی جانے والی قوموں کے لئے سخت خطرے کا باعث بنتی جا رہی تھیں۔

کیونکہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو مغرب کی Comsumer Power اور پیداواری صلاحیت کم ہو جائیگی۔ جس کے نتیجے میں انہیں تیسری دنیا کی آبادی پہ مکمل انحصار کرنا پڑے گا۔ اس لئے یہ ناگزیر ہو گیا کہ مغرب کی آبادی اور تیسری دنیا کی آبادی کے درمیان کوئی نسبت قائم کی جائے تا کہ مغرب کی Supermacy قائم رکھی جا سکے۔ یا دوسرے لفظوں میں گلوبل سطح پر مساتک Supermacy قائم رکھی جا سکے۔

70 کی ہی دہائی میں صدر جمی کارٹر نے Globel Report 2000 کی تحقیقات کرائیں۔ رپورٹ کا حاصل یہ تھا کہ دنیا کے تمام مسائل کی وجہ غیر سفید فام آبادی کی زیادتی ہے۔ رپورٹ میں وہ اس حد تک چلے گئے تھے کہ انہوں نے Recommend کر دیا تھا کہ تیسری دنیا کے کم از کم دو بلین لوگ سال 2000 تک صفحہء زمین سے صاف یا ختم کر دیئے جائیں تا کہ Western Supermacy کو قائم رکھا جا سکے۔

یہ بات بھی دلچسپی کا باعث ہے کہ اچانک ہی ستر کی دہائی میں ایڈز کی وبا پھوٹ پڑی۔ جس نے تیسری دنیا کی ایک کثیر آبادی کو چاٹ لیا اور ساتھ ہی ساتھ امریکہ کی آبادی میں شامل کالے اور ہسپانوی لوگوں میں بھی تیزی سے پھیل گئی۔

کہا یہ جاتا ہے کہ ایڈز کا وائرس امریکہ میں سبز بندروں سے وجود میں آیا جو وہاں سے بعد میں مقامی باشندوں میں پھیل گیا اور ایسا یا تو ان سے وحشیانہ سلوک کے باعث ہوا اور یا انہیں بطور خوراک استعمال کرنے سے۔

اس کے بعد تو وہاں سے ایڈز جنگل کی آگ کی طرح افریقن جزیروں میں پھیل گئی اور بعد میں پوری دنیا میں۔ جس کے باعث تیسری دنیا کے لاکھوں انسان اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ جبکہ اس کے پیچھے اصل کہانی کیا ہے وہ آج بھی دھوئیں کی دبیز تہہ میں گم ہے۔

2 جون 1988ء میں ''لاس اینجلس ٹائمز'' نے ایک آرٹیکل چھاپا جو اس بات کی نہایت سختی سے تردید کرتا ہے کہ ایڈز کا وائرس سبز بندروں سے وجود میں آیا۔ اس ضمن میں وہ ثبوت بھی پیش کرتے ہیں کہ ایڈز کا DNA Composition سبز بندروں کے DNA سے مکمل طور پر مختلف ہے۔ البتہ یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ایڈز کا وائرس قدرت کے نظام میں پایا جانا ناممکن ہے کیونکہ یہ صرف اور صرف انسانی Biological System یعنی حیاتیاتی نظام میں ہی زندہ رہ سکتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ قدرت میں کہیں نہیں پایا جاتا تو آخر اچانک یہ وائرس آ کہاں سے گیا؟؟

4 جولائی 1984ء میں انڈیا کے ایک اخبار ''Patriot'' میں پہلا مفصل الزام چھپا۔ جس میں کہا گیا کہ "Aids virus a counte Biological warfare agent" ہے۔ یعنی ایڈز کا وائرس ایک انتقامی حیاتیاتی جنگ کا ایجنٹ ہے۔ اس مضمون میں ایک امریکن Antropologist کو Quote کیا گیا ہے۔ جس کا یہ دعوی تھا کہ ایڈز کا وائرس امریکہ کے Army biological warfare labortary میں ارادتاً Genetically engineered کیا گیا تھا۔ (یہ لیبارٹری فورٹ ڈیٹرائٹ میں) یعنی میری لین کی ریاست میں فریڈرک کے نزدیک واقع ہے۔

30 اکتوبر 1985ء میں ایک روسی صحافی Litermanturnia kazetta نے بھی یہی الزم دہرایا جو انڈین اخبار نے چھاپا تھا۔ جس سے یہ بات ایک بین الاقوامی متنازعہ مسئلہ بن گئی لیکن مساتک ویسٹ نے اس بات کو کیمونسٹ، فصاحت و بلاغت یا الزام تراشی کہہ کر یا آسانی ٹال دیا۔

ہاں البتہ 26 اکتوبر 1986ء میں "The Sunday Express" وہ پہلا مغربی اخبار ہے جس نے اخبار کے پہلے صفحے پر انڈین اور روسی اخباروں کی خبر کو جگہ دی جس کی سرخی یہ تھی "Aids made in

www.naqshbandiaowaisiah.com

"labshotاس آرٹیکل میں بہت جانے مانے فزیشن Doctor John Seal اور پروفیسر جیک سیگل جو کہ برلن یونیورسٹی کے انسٹیٹیوٹ آف بیالوجی کا ایک ریٹائرڈ ڈائریکٹر ہے۔ان دونوں کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ ایڈز کا وائرس انسان کا اپنا بنایا ہوا ہے۔ نیز ایڈز کے یک دم پھیل جانے کو ویکسین کے پروگرام کے ساتھ بھی جوڑا جارہا ہے جو کہ پوری دنیا میں چلایا گیا تھا۔

بین الاقوامی سطح پر معتبر اخبار "London Times" نے 11 مئی 1987ء کو اپنے پہلے صفحے پہ ایک مضمون چھاپا۔ جس کا ٹائٹل یہ تھا ''چیچک کی ویکسین نے ایڈز کی وبا پھیلائی۔''

اس آرٹیکل نے واضح طور پر ثابت کر دیا کہ ایڈز اور چیچک کی وہ ویکسین لازم و ملزوم ہیں۔ جو ویکسین (WHO) World Health Orginaization کی طرف سے ایک اندازے کے مطابق 50 سے 70 ملین لوگوں کو وسطی افریقہ کے ممالک میں استعمال کرائی گئی۔ جس کے نتیجے میں ان تمام علاقوں میں ایڈز کی وبا پھیل گئی۔

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن، اقوامِ متحدہ کا میڈیکل ونگ ہے۔ یعنی شعبہء ادویات ہے۔ تمام ثبوت اِسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ایڈز ایک خود ساختہ وائرس ہے۔ جس کو ویکسین پروگرام کے ذریعے دنیا کے ممالک میں جان بوجھ کر پھیلایا گیا ہے۔ ایک Germ Warfare یعنی جراثیمی جنگ جس نے روئے زمین سے معصوم اور کمزور لوگوں کی کثیر آبادی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

ایڈز اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ یہ جدید دنیا کا آخری ہتھیار ہے جس کو New Economic Policy رائج کرنے کیلئے بطور آخری حل کے استعمال کیا گیا۔ جس کا واحد مقصد ''مسانک مغرب'' کا مکمل گلوبل غلبہ پالینا ہے۔

البتہ ''دی فری میسنز'' کا دنیا کی اکانومی پہ مکمل قبضہ تنہا کافی نہیں ہے اس کے لئے یہ قدم اٹھایا گیا کہ مسانک حکومتیں اور ان کے سربراہ مکمل طور پر مسانک کے ذریعے کنٹرول کی جانے والی Economic Union چلائیں اور اس اکنامک یونین کو برقرار رکھنے کے لئے ایک ''ملٹری یونین'' کی ضرورت تھی۔ اور وہ یونین UN کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتی۔

UN یعنی اقوامِ متحدہ میں فرانس اور امریکہ پہلے ہی سے سیکورٹی کونسل کی پانچ میجر پاورز میں شمار ہوتے ہیں ان کے علاوہ روس اور چین سیکورٹی کونسل کے ممبر ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسانک حکومتیں کسی بھی قرارداد کو پاس کرانے کے لئے ویٹو کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

دسمبر 1992ء میں جنرل اسمبلی کے صدر نے یہ اعلان کیا کہ اقوامِ متحدہ کو لازماً Functional world parliament بنایا جائے۔ یعنی ایک ایسی پارلیمنٹ جو پوری دنیا کی سطح پہ کام کرتی ہو۔

وہ مزید کہتا ہے کہ یو این کی لازماً اپنی ایک Intelligence service بھی ہونی چاہئے۔ اور اب جب کہ اقوامِ متحدہ نے فوجی قوت حاصل کر لی ہے اور خود اپنی ایک فوج رکھتی ہے۔ ایک ایسی فوج جو خاموش تماشائی بنی رہی جب ہزاروں مسلمانوں کو سربوں نے چیچنیا میں تہہ تیغ کر ڈالا۔ اور بجائے ان کی مدد کرنے کے اقوامِ متحدہ نے ان پہ تجارتی پابندی عائد کر ڈالی جس نے مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے ذرائع سے بھی محروم کر ڈالا۔

جب یو این کی فوج ''جنرل محمد فرح عائد'' کے خلاف جنگ کے لئے بھیجی گئی تو امریکی ہیلی کاپٹروں نے ہسپتالوں، گھروں اور سویلینز کے ہجوموں کو نشانہ بنایا۔ جس سے سینکڑوں معصوم اور نہتے لوگ موت کا شکار ہو گئے ایسے ہی ایک حملے کے بعد جس میں اکہتر (71) لوگ مرے تھے کے متعلق یو این مشن کے سربراہ Admiral Jonathan How نے کہا:

''ہمیں بخوبی علم تھا کہ ہم کس کو نشانہ بنا رہے ہیں اور یہ سب ایک منصوبے کے تحت کیا گیا تھا۔''

یہ جنیوا معاہدے کی کھلم کھلا خلاف ورزی تھی لیکن جب یو ایس اٹارنی ہی کے سامنے یہی نقطہ اٹھایا گیا تو اس کا جواب یہ تھا کہ ''جنیوا معاہدہ یو این فورسز پر لاگو نہیں ہوتا اس بنیاد پہ کہ یو این نے اس معاہدے پر دستخط نہیں کئے۔''

گویا دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یو این فورسز ہر جرم اور زیادتی کرنے میں

www.naqshbandiaowaisiah.com

آزاد ہیں چاہے وہ کچھ بھی کریں وہ قانون سے بالاتر ہیں۔

حقیقت بھی یہی کچھ ہے کہ اقوامِ متحدہ جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے دنیا میں امن لانے کی بجائے اس نے ہر طرف کرپشن پھیلا دی ہے۔ جہاں جہاں بھی اس کے قدم گئے ہیں اپنے پیچھے موت اور تباہی کے نشان چھوڑ آئے ہیں۔

سرد جنگ کے دنوں میں جب روس میں ابھی دم خم باقی تھا وہ ''دی فری میسنز'' کی گلوبل گورنمنٹ کی راہ میں رکاوٹ تھا۔ اب جبکہ کمیونزم ختم ہو چکا ہے ایسا لگتا ہے کہ ''دی فری میسنز'' آخرکار UN کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے میں آزاد ہیں۔ پوری دنیا ان کے شکنجے میں ہے اور دنیا پہ ان کی حکمرانی کی راہ میں اب کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی۔

لیکن کیا واقعی ایسا ہے! یا یہ محض ان کی خام خیالی ہے۔

جب زمین ان کی صدیوں پہ محیط نا انصافیوں اور کرپشن کے باعث چیخ اُٹھی جو انہوں نے اپنے غلبے کے لئے روا رکھیں تو دنیا نے دیکھا کہ اس تباہی سے ایک نئے جنگجو نے سر اُٹھایا اب ''دی فری میسنز'' کا ایک اور دشمن پیدا ہو چکا تھا ایک ایسا دشمن جس کے بارے میں اُن کا خیال تھا کہ اُسے وہ تباہ کر چکے ہیں۔ ایک ایسا دشمن جو کبھی برائی کے سامنے گھٹنے ٹیکنے والا نہیں ہے اور نہ جس کو ''دی فری میسنز'' کا دنیا پہ قبضہ منظور ہے۔

اور وہ دشمن ہے ''اسلام''۔ جس کے خلاف انہوں نے اعلانِ جنگ کر دیا ہے۔ اور مسلمانوں کو تو بہت پہلے سے اس دشمن سے باخبر کر دیا گیا تھا اللہ کے آخری پیغمبر ''محمد ﷺ'' نے فرمایا ہے کہ ''جب مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کر لیں گے تو اس کے بعد ایک آدمی ظاہر ہوگا۔ جو پہلے ایک ظالم بادشاہ کی صورت میں سامنے آئے گا اور پھر وہ خود کو پیغمبر ظاہر کرے گا اور آخر میں وہ خود خدا بن بیٹھے گا۔''

اس پیشین گوئی کا پہلا حصہ تو پورا ہو چکا ہے قسطنطنیہ فتح ہو چکا ہے جسے اب استنبول کہتے ہیں۔ اس پیشین گوئی میں مزید یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ''یہ کذاب پھر دنیا کو فتح کرنے کے درپے ہو جائے گا۔ اور وہ ملکوں کے ملک، جنگل اور علاقے فتح کرتا جائے گا حتیٰ کہ صرف دو مقدس شہروں، مکہ اور مدینہ، کے علاوہ کوئی جگہ نہ بچ پائے گی۔ اس شخص میں ماورائی قوتیں ہوں گی وہ آسمان کو حکم دے گا تو بارش ہوگی اور وہ زمین کو حکم دے گا تو وہ فصل اُگائے گی۔ وہ ایک جھوٹا مذہب گھڑ لے گا اور جنت و دوزخ کے نمونے بنا لے گا۔ اور درحقیقت وہ جس کو جنت ظاہر کرے گا وہ جہنم ہے اور جس کو جہنم بتائے گا وہ اصل میں جنت ہے۔ وہ شخص ''دجال'' ہے جس کا مطلب ہے ''فریبی، دغاباز، مکار'' اور (اس کی نشانی یہ ہے کہ) وہ ایک آنکھ کے ساتھ پیدا ہوگا۔ اور تمہارا خدا ایک آنکھ والا نہیں ہے۔''

مزید برآں اس بات کی بھی نشاندہی کی گئی ہے کہ ''دجال'' کے ظاہر ہونے سے قبل لوگوں کا ایک گروہ دنیا میں اس کی آمد کی تیاریاں کرے گا۔ دوسرے لفظوں میں وہ لوگ دجال کو خوش آمدید کہنے والے ہیں اور وہ، اور کوئی نہیں، یہی ''دی فری میسنز'' ہیں۔ اور ''One Eye'' ''دی فری میسنز'' کا مقدس نشان ہے۔ یہ نشان ان کے عقیدے کا حصہ ہے جو انہوں نے قدیم مصر کے دیومالائی قصوں سے اخذ کیا ہے۔

ان کی آئیڈیالوجی کے مطابق یہ سنمبل ایک Supreme Being کو Represent کرتا ہے بعض وہ اسے ''The Great Architect of the World'' یعنی ''دنیا کا عظیم معمار'' کا بھی خطاب دیتے ہیں۔

مسلم سکالر یہ کہتے ہی کہ دجال کا بہروپ بھرنے والا ایسا ہی ہوگا جیسا فرعون تھا جس نے حضرت موسیٰ کے خلاف سرکشی کی تھی۔ فرعون ایک جابر حکمران تھا جس نے خود خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس نے جادوگروں کو استعمال کیا کہ وہ لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے سراب پیدا کریں۔ اور اس نے ہر اس شخص پہ تشدد کیا اور اس کو دبایا جس نے اس کے جھوٹے مذہب کو قبول نہ کیا۔

آج کے اس دورِ جدید میں ''دی فری میسنز'' ایک اور طرح کا جادو چلا رہے ہیں اور جو سراب انہوں نے کھڑے کئے ہیں وہ کبھی خفیہ طور پر اور کبھی ظاہراً ان کے پیغام کو پراپیگیٹ کر رہے ہیں۔ فلموں میں، ٹی وی کے ذریعے، کارٹون، میوزک اور دوسرے تمام میڈیا مشین کے اچھی طرح تیل دیئے گئے کل پرزے اس

www.naqshbandiaowaisiah.com

سلسلے میں کام آ رہے ہیں۔

اور اسی میڈیا مشین کے ذریعے وہ اسلام کی کردار کشی میں بھی مصروف ہیں۔ اور وہ دجال ہی کے نقش قدم پہ چل رہے ہیں جو اس سے بھی آگے بڑھ کر خود خدا سے محاذ آرائی پہ اتر آتا ہے۔

''دجال'' ہر اس فرد کیلئے ظالم ہے جو اس کی پیروی نہیں کرتا۔ جو لوگ اس کی پیروی کریں گے وہ ان کی زمینوں کی پیداوار بڑھا دے گا۔ اور جو نہ مانیں گے ان کے کھیت تباہ کر دے گا۔

بالکل اسی طرح ''دی فری مسانک ویسٹ'' ''عالمی بینک'' کے ذریعے تیسری دنیا کے ساتھ سلوک کر رہا ہے۔ کہ اگر وہ اس کی خواہشات کی پیروی نہیں کرتے تو انہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اور وہ ان قوموں کو آئی ایم ایف کے ترقیاتی منصوبوں کے ذریعے قابو کرتے ہیں اور پھر وہ کبھی نہ ادا کی جا سکنے والی سود کی قسطوں میں پھنس کر رہ جاتے ہیں۔ پھر انہیں مجبور کیا جاتا ہے کہ یا تو وہ اطاعت گزار بن جائیں اور یا پھر تباہ ہو جائیں اور غربت کے ہاتھوں ختم ہو جائیں۔

اسی طرح یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دجال لوگوں کو کنٹرول کرنے کے لئے یا تو لالچ دے گا اور یا زبردستی کرے گا اور انہیں اطاعت پہ مجبور کرنے کے لئے ان میں بیماریاں پھیلا دے گا۔ اس کے پاس بیماریاں پھیلانے یا ختم کرنے کی بھی قوت ہوگی۔ جسے وہ اپنی خدائی کے دعوے کے لئے استعمال کرے گا۔ اور اپنی اس طاقت کے باعث وہ بہت سوں کو اپنے جھوٹے مذہب میں داخل کرنے کے لئے سبز باغ دکھائے گا۔

یہی مماثلت ''دی فری میسنز'' میں بھی پائی جاتی ہے جس کے ذریعے وہ لوگوں کی زندگیوں سے کھیلتے ہیں۔ ثبوت بتاتے ہیں کہ بہت سے مہلک جراثیم ملٹری کی لیبارٹریوں میں بنائے گئے جنہیں بعد میں انسانوں پہ آزمایا گیا اور یہ تو پہلے ہی ثابت ہو چکا ہے کہ ایڈز کا وائرس (جراثیم) آدمی کا اپنا بنایا ہوا ہے۔ جس کو ''مسانک ویسٹ'' نے اپنے مذموم مقاصد کے لئے بطور ہتھیار استعمال کیا۔

اسی طرح دجال (کی ایک نشانی یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ) ہر خدائی وصف کو خدا کی بجائے اپنے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرے گا۔ یہی منہ زوری ''دی فری میسنز'' کے طور طریقوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ جو اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کو آدمی کے بنائے ہوئے قوانین سے بدلنے پر تلے ہوئے ہیں۔

وہ پوری دنیا پہ انصاف قائم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، آپ کو مانیٹر کرنے کے لئے ہر طرح کی ٹیکنالوجی استعمال کر رہے ہیں اور اس کوشش میں مبتلا ہیں کہ ہر جگہ ہر شے کو دیکھ اور سن سکیں۔ اور وہ جینز کے ذریعے قدرتی طریق تخلیق کو بدل رہے ہیں تاکہ قدرت سے بھی زیادہ بہتر تخلیق سامنے آ سکے۔

یہ سب وہ اپنے جھوٹے سٹینڈرز تک پہنچنے کے لئے کر رہے ہیں۔ ان کی منہ زوری کے آگے کوئی حد مقرر نہیں ہے اور وہ کسی قانون کو نہیں مانتے سوائے اس کے جو انہوں نے خود بنائے ہیں۔ ہاں یہ واقعی ''Fore Runners of Dajal'' ہیں اور یہ ''دی فری میسنز'' ہیں۔

پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ''ایک وقت آئے گا جب پوری دنیا اس ایک منصوبے کا حصہ بن جائے گی کہ مسلمانوں کو تباہ کر دیا جائے۔ وہ یوں جمع ہوں گے گویا کوئی دعوت اڑانے کے لئے جمع ہوئے ہوں۔''

اور آج دنیا کی تمام اقوام، اقوام متحدہ کے جنرل اسمبلی ہال میں گول میزوں کے گرد بیٹھ کر یہی کچھ کر رہی ہیں۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''دجال کا زمانہ گھبراہٹ اور بے یقینی کا دور ہوگا۔ لوگ جھوٹوں پہ اعتبار کریں گے اور جو اعتبار کئے جانے کے لائق ہوگا اس کا یقین نہیں کریں گے۔ اور وہ جو خدا کے خلاف بغاوت کرنے والے ہوں گے وہ عمومی معاملات میں بڑے کامیاب نظر آئیں گے۔''

دجال کے مقدم آج کے اس موجودہ دور میں واقعی گھبراہٹ اور بے یقینی کا عالم طاری ہے۔ جو سسٹم دجال کا خیر مقدم کرنے والوں نے کھڑا کیا ہے وہ بہت سے مسلمانوں کو سچائی سے دور لے گیا ہے۔ کہیں انہیں دولت کا لالچ دیا جاتا ہے اور کہیں دنیاوی خواہشات اور مادہ پرستی کی بنیاد پہ سچائی سے دور کر دیا جاتا ہے۔ بے شک یہ بڑے گھاٹے کا سودا ہے۔

ظلمت کے اس موجودہ دور میں اللہ اپنے

www.naqshbandiaowaisiah.com

سچے ماننے والوں اور نقالوں اور منافقوں کو ایک چھلنی کے ذریعے چھانٹ کر الگ کر رہا ہے۔ بہت سے (مسلمان) تو دجال کی فلاسفی اور لائف سٹائل کو اپنا چکے ہیں ان کے پاس شائد اب صرف مسلم نام ہی باقی رہ گئے ہیں جنہیں وہ کپڑوں کی طرح پہن کر پھر رہے ہیں ان کے نام صرف ان کی شناخت کا ایک بیج سا رہ گئے ہیں ورنہ باقی تو وہ کھلے دل سے اس سسٹم کا حصہ بن گئے ہیں جو اسلام کی بیخ کنی کرتا ہے۔

مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد یہ سسٹم قبول کر چکی ہے جو پیچھے ہٹ کر کھڑا دیکھتا رہتا ہے جب سرب، حاملہ مسلمان عورتوں کے پیٹ چاک کرتے ہیں، ان خواتین کو قتل کرتے ہیں اور ان کے اندر پلنے والی جان کو بھی!۔

یہ وہی سسٹم ہے جو چپ چاپ کھڑا دیکھتا رہتا ہے جب کشمیر میں عورتیں اور چھوٹی بچیاں عصمت دری کا شکار ہوتی ہیں۔ ایک ایسا سسٹم جو اس وقت بھی اپنا سکوت نہیں توڑتا جب مائیں دیکھتی رہ جاتی ہیں اور سپاہی راتوں میں ان کے بچوں کو گھسیٹ کر لے جاتے ہیں اور پھر وہ (کشمیری) بچے کبھی اپنے گھروں کو لوٹ کر نہیں آتے۔ اور یہ سب صرف اس جرم کی پاداش میں کہ انہوں نے اپنی ہی مادرِ وطن میں رفیوجی بننے سے انکار کر دیا۔

اور یہ وہی سسٹم ہے جو تب بھی کچھ نہ بولا جب ظالم حکمران نے عورتوں اور بچوں کو گیس چھوڑ کر مروا دیا صرف اس لئے کہ مسانک کی دھن پہ ناچ سکیں، انہیں خوش کر سکے۔

یہ ایسے لوگ ہیں جو ایسے سسٹم کو اپناتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا دم بھرتے ہیں لیکن اس چیز سے نفرت کرتے ہیں جو اللہ کا رسول ﷺ اپنے ساتھ لایا۔

اسلام کی راہنمائی کو چھوڑ کر دجال کے Evil System کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ اپنی زندگی اس کے اصولوں کے مطابق گزارتے ہیں اور دنیاوی انعامات پانے کے منتظر بیٹھے ہیں۔

یہ سچائی کو نظر انداز کرتے ہیں جو اللہ کا قانون ہے یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عذاب کو دعوت دینے والے ہیں۔

دجال کا خیر مقدم کرنے والوں نے یہ سسٹم اس لئے اپنایا ہے کہ اسلام کو ختم کر سکیں چاہے تو بظاہر فوجی ایکشن کے ذریعے اور مالی اعتبار سے دباؤ ڈال کر اور یا بالواسطہ طریقے سے آئیڈیالوجی کے ذریعے۔ انہوں نے اس اصول پر عمل کیا ہے کہ پہلے ان میں قومیت پرستی اور کہیں نسلی تعصب کا بیج بو کر باہم پھوٹ ڈالو، انہیں تقسیم کرو اور پھر فتح کر لو۔ انہوں نے امت کے دل پہ وار کیا ہے۔

ان کا سب سے بڑا خوف مسلم اتحاد ہے۔ اور آخری پیغمبر کے دیئے ہوئے پیغام کا دوبارہ زندہ ہو جانا ہے۔ اور ہر کام جو وہ کرتے ہیں اس کا مقصد ایسا ہونے سے روکنا ہے۔ اس کے لئے وہ مسلمانوں میں ساز باز کرتے ہیں اور انہیں تقسیم کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی اجارہ داری قائم رکھنے کے لئے اپنی ایک یونیورسل زبان جاری کر دی ہے کچھ بھی سیکھنے کیلئے آپ پہلے اس زبان کو اپنائیں ورنہ جہالت میں بھٹکتے پھریں۔ اور انہوں نے عربی زبان کو معاشرے میں کمتر اور دوسرے درجے کی زبان قرار دے ڈالا ہے۔ اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے دور رکھنے کے لئے انہوں نے تیل کو بطور ہتھیار استعمال کیا ہے۔

جنگِ عظیم اوّل کے دوران ''دی مسانک'' حکومتوں نے کسی نہ کسی طرح اسلامی خلافت کو تباہ کر ڈالا۔ اور اس کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ وہ علاقہ جو اب ''عراق'' کہلاتا ہے اس پر اختیار برطانیہ کو تفویض ہوا اور اس وقت جو عراقی بارڈرز ہیں وہ ایران عراق جنگ کے ذریعے انہوں نے ہی واضح کئے تھے۔

عراق کی آزادی کے بعد امریکہ نے عراق میں دلچسپی لینا شروع کی اس خوف کے باعث کہ کہیں عراق میں خالص اسلامی ریاست نہ بن جائے۔

CIA ''عرب باتھ سوشلسٹ پارٹیز'' کو طاقت میں لائی۔ جس کے نتیجے میں صدام حسین عراق کا سربراہ بنا جو کہ بذات خود مسانک ریاستوں کا حلیف ہے۔

بعد میں جب کویت نے تیل کی قیمتیں بڑھانی شروع کیں تو اس سے جنگ سے تباہ حال عراق کی اکانومی کا مزید بھٹہ بیٹھنا شروع ہو گیا۔ پہلے پہل کویت کو ڈرایا دھمکایا گیا۔ اُدھر سے دھمکیوں کو نظر انداز کر دیا گیا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

آخر کار حالات اس قدر بگڑ گئے کہ عراق نے کویت پر حملہ کر دیا۔ ''دی فری مسانک میڈیا'' یعنی امریکن میڈیا نے یوں تصویر کشی کی کہ جیسے انہیں اس سے شدید دھچکا لگا ہے اور یہ فعل انتہائی ظالمانہ اور شرمناک ہے۔

جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ رپورٹس کے مطابق کویت میں موجود امریکی سفیر کو پہلے سے علم تھا کہ عراق کے ارادے کیا ہیں اور یہ کہ وہ کب حملہ کرنے والا ہے۔ اور بعینہ CIA کو بھی پہلے سے اس بات کا مکمل علم تھا۔

گلف وار کے بعد صدام حسین ابھی تک زندہ ہے اور کویت آزاد ہو چکا ہے تو خود بخود یہ سوال اُٹھتا ہے کہ آخر گلف وار کا، اس کو ترتیب دینے والے ''فری مسانک'' کو کیا فائدہ پہنچا، یا انہوں نے اس سے کیا مقاصد حاصل کئے؟؟؟

دراصل ''دی فری مسانک ویسٹ'' کو بہت پہلے اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ تیل ان کی اکانومی کے لئے لازمی جُز ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی ضرورت تو یہی ہے کیونکہ ان کی ہر شے روڈ ٹرانسپورٹ اور کاروں پہ انحصار کرتی ہے۔

البتہ اب ایسی ٹیکنالوجی بھی بنالی گئی ہے جس سے کثیر تعداد میں بجلی سے چلنے والی کاریں بنائی جاتی ہیں۔ لیکن ایسی تمام کوششیں Vito کر دی گئیں کیونکہ تیل ان کے World Order کو برقرار رکھنے کے لئے ایک لازمی شے ہے۔

تیل کی دولت کے بغیر مسلم اکانومیز ختم ہو جاتی ہیں اور وہ کٹھ پتلی حکومتوں اور کٹھ پتلی حکمرانوں جیسا کہ صدام حسین وغیرہ کے بغیر مسلم قوموں کو کنٹرول میں نہیں لے سکتے۔

مسلم دولت کی تقسیم اور غلط لیڈرشپ کے علاوہ کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو صحیح خالص اسلامی تحریکوں کو طاقت میں آنے سے روک سکے۔

غربت باہم اتحاد کا باعث بن جاتی ہے اور ''مسلم اتحاد'' ہی تو دجال کا خیر مقدم کرنے والوں کا سب سے بڑا خوف ہے۔

گلف وار سے بہت سے مقاصد حاصل کئے گئے۔ اس سے مغرب کا اتحاد عمل میں آیا۔ جس نے مسلم قوموں کو اور زیادہ باہمی اختلافات اور تقسیم سے دوچار کر دیا۔

اِسی طرح انہیں اپنے فوجی ہتھیاروں، کیمیکلز اور ڈرگز کو آزمانے کے لئے ایک Testing Ground مل گئی۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر گلف وار سے اصل فائدہ انہوں نے یہ اٹھایا کہ انہوں نے اپنی فوج مڈل ایسٹ میں لا کر بٹھادی۔

یعنی ''دجال'' نے اسلام کے قلب میں اپنے پنجے گاڑھ لئے ہیں اور مسلمانوں کی مقدس سرزمین پر اس کی گرفت مضبوط ہو گئی ہے۔ (لیکن اللہ یہ کہتا ہے)

''وہ منصوبے بناتے ہیں اور اللہ بھی منصوبے بناتا ہے اور اللہ بہترین منصوبہ ساز ہے اور یہ بات طے ہے کہ آخری فتح مسلمانوں کا مقدر ہے۔''

ختم شد۔

''یہاں پہ اس تحقیق کا اختتام ہوتا ہے اور ہماری فکر کا آغاز!''

خدارا ! اور کس بات کا انتظار ہے۔ ظلم اب تو اپنی دہلیز تک آن پہنچا ہے۔ چیچنیا، کوسوو، فلسطین، کشمیر اور افغانستان سے بہتی ہوئی یہ خونِ مسلم کی سرخ رنگ لکیر اب تو ہماری سرحدوں تک آن پہنچی ہے۔

یہ امتِ محمدیہ کی باہمی نا اتفاقی ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بے وفائی ہے کہ خونِ مسلم پانی سے بھی ارزاں ہے۔ یہ سب ہماری بداعمالیوں کی سزا ہے۔ ہمارے سروں پر تو نسلوں کا قرض ہے اور آئندہ آنے والے زمانوں کا بوجھ ہے ہم کب ہوش کے ناخن لیں گے۔ اور دجال کے سسنم اور اس کے منصوبوں کا حصہ اور شکار بننے کی بجائے اپنی اصل سے رجوع کریں گے۔

اللہ کا فیصلہ تو کب کا آچکا ''جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا'' تو پھر سوچنا کیسا اور ڈر کس بات کا؟؟

آیئے چھوٹے چھوٹے اختلافات کو چھوڑ کر ان بڑے بڑے مسائل سے نبٹیں۔ ''یونائیٹڈ نیشن آف اسلام'' کی بات کریں۔ اسے اپنی زندگی کا مشن بنائیں اور ابتدا آج ہی سے، اپنے گھر، گلی، محلے، شہر اور ملک سے کر دیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس ضمن میں ہماری دستگیری فرمائے اور ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

www.naqshbandiaowaisiah.com

اللہ سے آشنائی

یاد رکھیں منافق وہ نہیں ہوتا جو اسلام کا کھلا انکار کرے، منافق وہ ہوتا ہے جو زبانی کلمہ بھی پڑھتا ہے، لوگوں کے ساتھ نماز میں بھی شریک ہوتا ہے بظاہر سارے کام مسلمانوں کے کرتا ہے لیکن اس کے دل میں نہ اللہ پر یقین ہوتا ہے اور نہ اللہ کے رسول پر اعتماد ہوتا ہے۔ وہ دنیاوی فائدے کے لئے قرآنی احکامات کو پامال کرسکتا ہے، وہ دنیاوی فائدے کے لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کو پامال کرسکتا ہے۔ وہ دنیاوی مفاد کے لئے اللہ کی اطاعت چھوڑ سکتا ہے اور دنیاداروں کی اطاعت میں جاسکتا ہے، اس کو منافق کہتے ہیں۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان۔ منارہ 31-05-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم o

اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ "غَرَّ ھٰٓؤُلَآءِ دِیْنُھُمْ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ" o

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o

مَوْلَا یَا صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُرُوا۔

اس آیۂ کریمہ میں غزوۃ البدر کی صورت حال کے بعد اس پر جو تبصرے کئے گئے ان کی بات ہو رہی ہے۔ بڑی عجیب بات تھی۔ دنیا نے، تاریخ عالم میں یا تاریخ انسانی میں یہ ایک پہلی ایسی جنگ تھی جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

جنگیں ہوتی ہیں زمینوں کو فتح کرنے کے لئے، ممالک کو فتح کرنے کے لئے، اقوام کو نیچا دکھانے کے لئے یا پھر دوسروں کا مال وزر چھیننے کے لئے۔ اس جنگ میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ نہ کوئی مال وزر چھیننا مقصود تھا نہ کسی کو نیچا دکھانا یا شکست دینا مطلوب تھا، نہ کسی سے کوئی خطہ زمین چھیننا مقصد تھا۔ یہ اپنی نوعیت کی واحد جنگ تھی جو محض مظلوموں کے حق میں اور ظالموں کا ہاتھ ظلم سے روکنے کے لئے لڑی گئی۔ ظالم ایک پورا معاشرہ تھا جو صدیوں سے اپنی ڈگر پر آرہا تھا۔ اس معاشرے کا قانون طاقتور کی رائے تھا کہ جو طاقتور ہوتا جو اس کی رائے ہوتی، جو اس کی مرضی ہوتی وہی قانون تھا۔ ان مظلوموں سے ان مجاہدین کو کیا لینا تھا۔ خود آقائے نامدار ﷺ کو کیا لینا تھا، ان مظلوموں سے نہیں لینا تھا بلکہ حضور ﷺ اللہ کریم کی طرف سے آخری نبی اور آخری رسول ساری انسانیت کے لئے مبعوث ہوئے اور رسول دو ہی کام کرتا ہے، دو ہی فرائض منصبی ہوتے ہیں اس کے۔ ایک تو بندوں کا تعلق اللہ کے ساتھ جوڑنا، بندوں کی راہنمائی فرمانا، اللہ کی ذات اور اس کی صفات کے بارے اطلاع دینا۔ اللہ کی خوشنودی اور ناخوشی سے آگاہ کرنا۔ اعمال اور کردار پر مرتب ہونے والے اجر کے بارے میں مطلع کرنا یعنی بندوں کے اور خالق کے جو تعلقات ہیں ان میں راہنمائی فرمانا اور انہیں استوار کرنا۔ دوسرا کام ہوتا ہے رسول کا کہ جو رشتہ بندوں کا بندوں کے ساتھ ہے اس میں توازن پیدا کرنا تاکہ اللہ کی زمین پر اللہ کی مخلوق کوئی ظلم نہ کرے۔

قرآن حکیم نے یہ اصول بیان فرمایا وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ" وَیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ تب تک جہاد کرتے رہو، تب تک قتال کرتے رہو جہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور سارا نظام محض اللہ کا ہو جائے کہ جس بندے کو بحیثیت انسان جو حق اللہ نے دیئے ہیں ان حقوق میں کوئی مداخلت نہ کر سکے۔ یہ بات اس معاشرے میں سوچی بھی نہیں جاسکتی تھی کہ کمزوروں کی طرف سے، مظلوموں کی طرف سے، جن میں ظالم کا ہاتھ روکنے کی سکت نہیں ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ان کی طرف سے بغیر کسی دنیاوی معاملے یا لالچ یا فائدے کے میدان میں اترے گا۔

دوسری عجیب بات یہ تھی کہ ظلم کی طرف فوجی طاقت زیادہ تھی، اسلحہ زیادہ تھا، راشن اور کھانے پینے کی فراوانی تھی، اونٹ اور گھوڑے یعنی سواری کی فراوانی تھی اور مکہ مکرمہ کے چیدہ چیدہ جنگ جُو اور جانباز اس میں شامل تھے۔ ان کی تعداد ایک ہزار تھی، ایک ہزار کے لگ بھگ تھی کم وبیش دوسری طرف نبی اکرم ﷺ کے ہم رکاب تین سو تیرہ تھے جن میں سے کچھ بچے تھے کچھ بوڑھے تھے۔ اسلحہ برائے نام تھا، سواریاں بھی برائے نام تھیں اور راشن بھی برائے نام تھا۔ یعنی جن وسائل کی جنگ میں ضرورت ہوتی ہے وہ نہیں تھے۔ تعداد میں بھی کم تھے پھر سارے نوجوان نہیں تھے، کچھ بزرگ اور عمر رسیدہ لوگ تھے اور کچھ بچے تھے۔ عالم یہ تھا کہ کسی کے پاس صرف ایک چادر تھی جو اس نے کمر کے گرد لپیٹ کر گردن کے پیچھے گانٹھ یعنی گرہ دے رکھی تھی اور وہ چادر بھی اتنی چھوٹی تھی کہ جب ان میں سے ایک صحابی شہید ہوئے تو ان پر اس چادر کا کفن ڈالا گیا تو اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا اور اگر سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ پاؤں پر گھاس رکھ دو اور سر کو چادر سے ڈھانپ دو۔ یہی عالم اسلحہ کا تھا۔ آٹھ زرہیں، چھ گھوڑے، دو تلواریں، کچھ نیزے اور تیر کمان تھے۔ راشن کا یہ عالم تھا کہ عین میدانِ کارزار میں نبی اکرم ﷺ نے پانچ پانچ کھجوریں فی جوان تقسیم فرمائیں۔ یہ دن بھر کے جہاد کے لئے مجاہدین اور غازیوں کا راشن تھا۔ اس پر منافقین نے کہا اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ" منافق اور وہ لوگ جن کے دل میں بیماری تھی، جنہیں اللہ پر اعتماد نہیں تھا، جنہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پختہ ایمان نصیب نہیں تھا جو محض دیکھا دیکھی اپنے آپ کو مسلمان تو کہتے تھے..... یاد رکھیں منافق وہ نہیں ہوتا جو کھلا انکار کرے اسلام کا، منافق وہ ہوتا ہے جو زبانی کلمہ بھی پڑھتا ہے، لوگوں کے ساتھ نماز میں بھی شریک ہوتا ہے بظاہر سارے کام مسلمانوں کے کرتا ہے لیکن اس کے دل میں نہ اللہ پر یقین ہوتا ہے اور نہ اللہ کے رسول پر اعتماد ہوتا ہے۔ وہ دنیاوی فائدے کیلئے قرآنی احکامات کو پامال کر سکتا ہے، وہ دنیاوی فائدے کے لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کو پامال کر سکتا ہے۔ وہ دنیاوی مفاد کیلئے اللہ کی اطاعت چھوڑ سکتا ہے اور دنیا داروں کی اطاعت میں جا سکتا ہے، اس کو منافق کہتے ہیں۔

> **ان کے دین نے ان کو بڑائی میں مبتلا کر دیا، انہیں بس یہ خیال ہے کہ اللہ ہمیں فتح دے گا۔**

جب منافق کا لفظ آتا ہے تو یہ یقین جان لیجئے کہ یہ شخص نام کا مسلمان تھا لیکن عملاً کافروں سے بھی گیا گزرا تھا۔ اور منافقین کی سزا بھی اللہ کریم نے کافروں سے الگ اور زیادہ رکھی ہے۔ فرمایا! اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کہ جہنم کے سب سے نچلے خانے میں منافقین کو رکھا جائے گا۔ اور جو کفار کو سزا ملے گی، ان کے جو وجود جلیں گے، وہ جو زخم ہوں گے، ان میں سے جو پیپ اور خون بہے گا وہ منافقین کی غذا ہوگی۔ سب سے زیادہ عذاب منافقین کو ہوگا۔ اور منافقین نے جب ساری صورت حال کا جائزہ لیا کہ ایک تو جنگ سے کوئی فائدہ نہیں ہے، اگر جیت بھی جائیں تو جن مظلوموں کی جان چھوٹے گی وہ آپ کو کیا دیں گے۔ ان کے پاس تو پہلے ہی کچھ نہیں ہے، مفلوک الحال لوگ ہیں الٹا گلے پڑیں گے۔ پھر جیتنا کیسے ممکن ہے کہ ادھر ایک ہزار آدمی ہے ادھر تین صد تیرہ ہیں۔ ادھر سارے جنگجو جوان ہیں ادھر کچھ بچے اور کچھ بوڑھے بھی ہیں۔ ان کے پاس سواریاں اور اونٹ بھی ہیں، گھوڑے بھی ہیں، وہ روزانہ اونٹ ذبح کرتے ہیں ان کے کیمپ میں چہل پہل ہے اور یہاں پانچ پانچ کھجوریں بانٹی جا رہی ہیں اور پانی تک دستیاب نہیں ہے، اسلحہ نام کو نہیں تو یہ کیسی جنگ ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ "ان کے دین نے ان کو بڑائی میں مبتلا کر دیا۔ انہیں یہ ساری باتیں سمجھ میں نہیں آتیں، انہیں بس یہ خیال ہے کہ اللہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہمیں فتح دے گا، ہمارے پاس جو کچھ ہے ہم حاضر کر دیں گے۔ یہ عجیب بات ہے کیسے فتح ہوگی کہ تمہارے پاس افراد بھی کم ہیں، اسلحہ بھی کم ہے، خوراک بھی نہیں ہے۔ تو یہ محض اپنے دین پر مغرور ہو کر لڑنے جا رہے ہیں۔ آگے اصول ارشاد فرمایا لیکن منافق اس راز کو نہیں سمجھتے۔ "یتوکل علی اللہ فان اللہ عزیز حکیم" منافق یہ بات نہیں سمجھ پاتے کہ جو اللہ پر بھروسہ کر لیتا ہے، اللہ غالب بھی ہے اور حکمت والا بھی ہے۔ وہ قادر ہے وہ جو چاہے کرے اور جسے چاہے فتح دے، جسے چاہے شکست دے۔ فرمایا! تاریخ انسانی کو دیکھو کہ کتنی کمزور جماعتوں کو، کتنی طاقتور جماعتوں پر اللہ نے فتح دی۔ یہ تاریخ ہے انسانی، اس میں دیکھو کہ کتنی کمزور اور بظاہر تعداد میں کم، اسباب میں کم طاقتیں تھیں جنہیں بڑی بڑی نامور طاقتوں پر اللہ نے فتح دی اس سے کیا بعید ہے کہ وہ "بدر" میں بھی فتح دے۔ اور ایسی فقید المثال فتح دی اس نے کہ ستر کافر مارے گئے، ستر قید ہوئے، نامور لوگ جو تھے مکہ مکرمہ کے وہ قیدیوں میں ہیں، ستر بڑے بڑے سردار، بڑے بڑے جانباز مارے گئے بلکہ دو نو عمر لڑکوں نے ابوجہل کو قتل کیا۔ جو سب سے بڑا سردار تھا اسے بھی دو نوجوان لڑکوں نے قتل کیا۔ اللہ ایسا بے نیاز ہے کہ جب ہر کوئی اپنے آپ کو جنگ کے لئے پیش کر رہا تھا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام انتخاب فرما رہے تھے مدینہ منورہ میں تو ایک لڑکا پیش ہوا اور حضور ﷺ نے اس کا جسم اور قد کاٹھ دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ عمر تو تمہاری کم ہے لیکن تم لڑنے کے قابل ہو۔ اسے رکھ لیا۔ جب دوسرا لڑکا پیش ہوا تو قد کاٹھ میں بھی کم تھا، عمر میں بھی کم تھا تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری عمر بھی کم ہے اور تمہاری جسامت اور قوت بھی کم ہے لہٰذا تمہیں ساتھ نہیں لے جایا جائے گا۔ اس نے کہا، حضور! جسے آپ نے رکھ لیا ہے اگر اس سے آپ میری کشتی کروا دیں تو میں اسے پچھاڑ سکتا ہوں، اس سے میں طاقتور ہوں، اسے آپ نے رکھ لیا ہے اور مجھے چھوڑ دیا۔ تو آپ نے فرمایا! اچھا کشتی لڑ کر دکھاؤ۔ جب کشتی لڑنے لگے تو اس کے کان میں کہا کہ بھائی میں تم سے کمزور ہوں لیکن تم ہار جانا تاکہ میں بھی جا سکوں۔ اور یہی وہ دو بچے تھے جنہوں نے جب دن کا آغاز ہوا تو ..... ایک صحابی بڑی حیرت سے وہ واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ دونوں میرے قریب آئے اور مجھ سے پوچھا کہ یہ جو مکے والوں کی فوج ہے ان میں ابوجہل کون ہے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ بچو تم ابوجہل کا کیوں پوچھ رہے ہو۔ تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے سنا ہے کہ وہ حضور کا سب سے بڑا دشمن ہے اور حضور کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے، گالیاں بکتا ہے، توہین کرتا ہے۔ لہٰذا ہمارا نشانہ ابوجہل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حیرت سے ان بچوں کو دیکھا پھر ابوجہل کو دیکھا جس نے "لوہے کی خود" پہن کر اوپر سے سرداری پگڑی لپیٹی ہوئی تھی اور لشکر کے قلب میں کھڑا ہوا احکامات دے رہا تھا۔ تو میں بڑا حیران ہوا۔ انہوں نے کہا آپ حیران نہ ہوں۔ آپ ہمیں بتا دیں، نشانی بتا دیں، اشارہ کر کے بتا دیں کہ وہ کون سا بندہ ہے اس کے بعد ہمارا کام ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے اشارہ کر کے بتا دیا کہ وہ جو شخص اس طرف کھڑا فوج کو آگے پیچھے بڑھا رہا ہے وہ ابوجہل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ وہ تیر کی طرح لپکے اور ابوجہل کو زخمی کر دیا۔ عکرمہ بن ابوجہل جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے اور بے شمار جنگوں میں حصہ لیا اسلام کی طرف سے اور بڑے مانے ہوئے جرنیل تھے، انہوں نے باپ کو بچانے کے لئے حملہ کیا، ایک بچے کو تلوار ماری جو اس کے کندھے پر لگی لیکن بازو کٹنے کی بجائے ایک پٹھا اڑا ہوا رہ گیا جس کی وجہ سے بازو آگے پیچھے جھول رہا تھا تو اس نوعمر بچے نے پاؤں کے نیچے ہاتھ رکھ کر جھٹکا مارا اور اس پٹھے کو توڑ کر بازو الگ کر دیا کہ یہ میرے کام میں رکاوٹ بن رہا ہے اور دونوں نے ابوجہل کو گرا لیا اور انہی کے ہاتھوں ابوجہل مارا گیا۔ جنگ ختم ہوئی۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود مشہور راویانِ

www.naqshbandiaowaisiah.com

حدیث میں سے ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ابھی ابوجہل میں سانس کی رمق باقی ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ دیکھو زخمیوں میں کون کون ہے، مُردوں میں کون کون ہے اور مجھے بتاؤ کہ کون کون مارا گیا تو جب وہ ابوجہل کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اس میں سانس کی رمق ابھی باقی تھی۔

شروع شروع کے زمانہ اسلام میں عبداللہ ابن مسعود اسلام لائے تو ابوجہل نے انہیں تھپڑ مارا تھا اور اس کے ہاتھ کی انگوٹھی کی نگینے والی سائیڈ اندر کو تھی جس کی وجہ سے عبداللہ ابن مسعود کا کان پھٹ گیا تھا۔ وہ اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے تو ابوجہل نے آنکھ کھول کر دیکھا اور کہنے لگا کہ تم ہو تو ایک چرواہے لیکن بڑی بلند جگہ پر بیٹھے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ او بے ایمان میں تو تیرا سر کاٹنے لگا ہوں۔ اس نے کہا کہ اگر سر ہی کاٹنا ہے تو ذرا بدن کے ساتھ سے رگڑ کر کاٹنا کہ جب دوسرے سروں میں پڑا ہو تو اونچا ہو کہ سردار کا سر ہے۔ انہوں نے اس کا سر قلم کر دیا۔ اب اٹھا کر لے جانے لگے تو اٹھایا نہیں جا رہا تھا۔ جب کھینچتے تو گھسٹتا تو انہوں نے کہا کہ میں کہاں تک گھسیٹ کر لے جاؤں گا۔ انہوں نے تسمہ نکالا، کان میں سوراخ کر کے اس میں تسمہ ڈالا اور تسمہ کھینچتے ہوئے چل پڑے اور بارگاہِ نبوی میں لے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے تو تیرا کان تھپڑ مار کر پھاڑا تھا، اللہ نے اس کا بدلہ آج لے لیا کہ تو نے بھی اس کا کان پھاڑ کر وہاں سے رسی ڈال کر گھسیٹا۔

انہوں نے تسمہ نکالا، کان میں سوراخ کر کے اس میں تسمہ ڈالا اور تسمہ کھینچتے ہوئے بارگاہِ نبوی میں لے گئے۔

ہم اپنے آپ کو دیکھیں، اپنے اردگرد کو دیکھیں، اپنے ماحول کو دیکھیں تو ہم میں اتنی بھی قوت ایمانی نہیں ہے کہ جو ہندوآنہ رسومات کے مقابلے میں ہمیں اسلام پر قائم رکھ سکے۔ دنیاوی لالچ کو تو چھوڑ دو ہمارے بے شمار امور ایسے ہیں جن کی اساس ہندوؤں کی رسومات ہیں۔ یہی جو آپ نے بسنت منایا جس میں دو کروڑ کی تو صرف لاہور شہر میں ڈوریں بکیں پتنگوں کے لئے جہاں بے شمار لوگ بغیر علاج کے اور بھوکے پیاسے مر جاتے ہیں یہ کوئی اسلامی تہوار تو نہیں ہے یہ تو ہندوؤں سے آیا ہے۔ اسی طرح اپنے اردگرد چلو شادی کو چھوڑ دیں، کوئی مر جائے تو بھی جو رسومات اپنائی جاتی ہیں وہ بھی ہندوؤں کی ہیں اور شریعت اسلامی چھوڑ دی جاتی ہے۔ اس کا جواز ہم کیا پیش کرتے ہیں کہ اس میں بڑی نکتی ہوگی۔ گویا اللہ کی اطاعت، اللہ کے نبی کی اطاعت، اللہ کے دین پر عمل کو ہم بدنامی سمجھتے ہیں اور جو زمانے میں مروجہ رسومات ہیں وہ خواہ عیسائیوں کی ہیں، یہودیوں کی ہیں، ہندوؤں کی ہیں ان پر عمل کرنے میں اپنی شان سمجھتے ہیں اور اسی کا نام منافقت ہے کہ بظاہر مسلمان بھی ہو، حج بھی کرے، عمرے بھی کرے، نمازیں بھی پڑھے، روزے بھی رکھے لیکن جب عمل کی باری آئے تو اسے اپنا نفع اللہ کے احکام اور اللہ کے نبی ﷺ کے احکام کو چھوڑ کر دوسری طرف جانے میں ملے یہ حال تو ہمارا اپنا، ہمارے اپنے معاشرے کا ہے۔ اب اوپر چلے جاؤ تو اپنی پوری حکومت کو دیکھ لیجئے۔ اب تو یہ شے منظر عام پر آ گئی، اخباروں میں بھی آ گئی، کمپیوٹر میں بھی آ گئی، ای میل پر بھی آ گئی کہ 11 ستمبر کو امریکہ میں جو دہشت گردی کی گئی اس کے بانی یہودی تھے۔ کون سے شہر میں بیٹھ کر منصوبہ بندی کی گئی اور اس میں کتنے افراد شامل تھے، کتنے لوگوں نے اس میں حصہ لیا، وہ ساری چیز اب طشت از بام ہوگئی ہے اور ہر بندہ جانتا ہے۔ جس بندے کو بھی تھوڑا سا کمپیوٹر سے مس ہے اور باہر کے اخباروں سے رابطہ ہے وہ سارے جانتے ہیں۔ یہ چیز اب ایک کھلا راز بن گئی ہے۔ لیکن اسے بہانہ بنا کر ایک ایسی ریاست کا خاتمہ کر دیا گیا جو محض اللہ کے نام پر اور اللہ کے دین کے مطابق اور اللہ کے قانون کے مطابق وجود میں آئی تھی۔ یہ کردار تو کافروں کا تھا، نام کے مسلمانوں کا کردار کیا تھا؟ کہ ''ہم دہشت گردی کی مخالفت کرتے ہیں'' کیا یہ جتنے لاکھوں بچے، خواتین، بوڑھے مارے گئے افغانستان میں شہید ہوئے، کیا یہ سارے دہشت گرد تھے؟ کیا دہشت گردی کی کوئی بین

www.naqshbandiaowaisiah.com

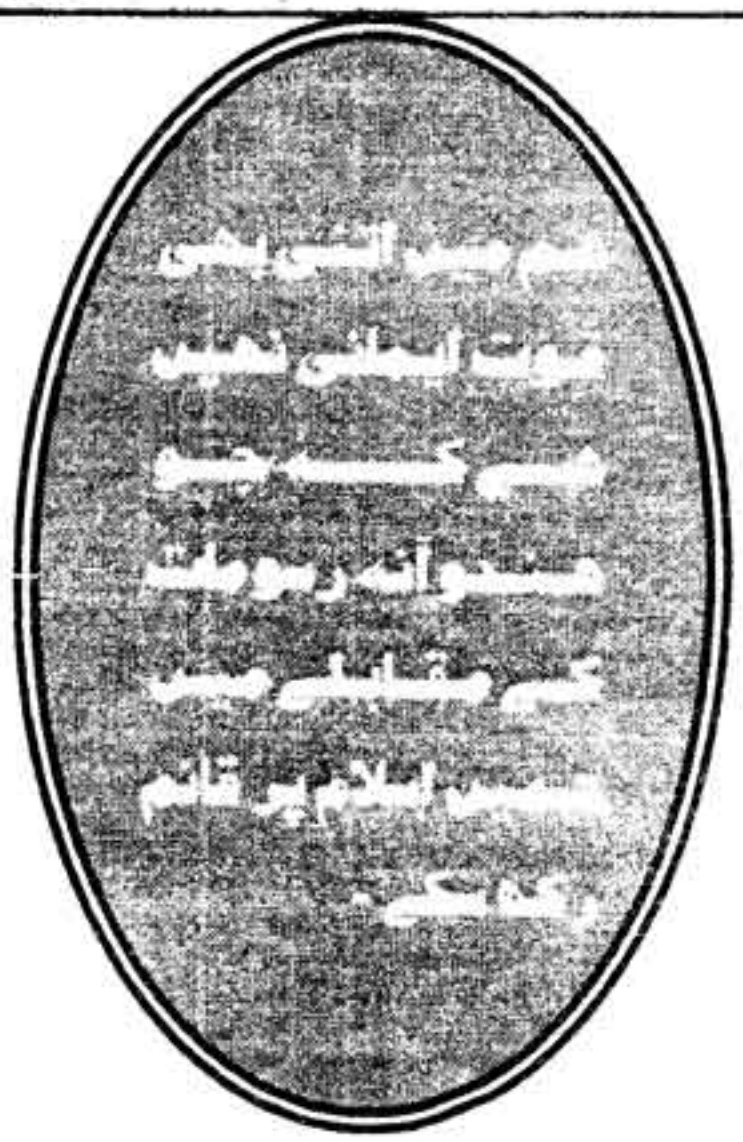

الاقوامی تعریف کی گئی کہ کون دہشت گرد ہے۔ کس عمل کا نام دہشت گردی ہے۔

ہماری حکومت کا جو ارشاد تھا وہ یہ تھا کہ اگر ہم امریکہ کا ساتھ نہ دیتے تو ہمیں پتھر کے زمانے میں رہنا پڑتا، ہمارے شہر تباہ ہو جاتے اور ہمیں جنگلوں میں جانا پڑتا، آبادیاں مٹا دی جاتیں۔ یہی بات تو مدینہ کے منافقین نے بھی کہی تھی کہ "انہیں اپنے دین پر بڑا گھمنڈ ہے انہیں یہ نہیں پتہ کہ مکہ والے انہیں تاخت و تاراج کردیں گے اور انہیں شام کا سورج دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔"

ہم اگر تجزیہ کریں تو ایک عام آدمی سے لے کر حکمرانوں تک (شاید کسی کی ناک باہر ہو اور اس میں سے سانس آ جا رہی ہو) سب منافقت میں دھنسے ہوئے ہیں۔ اس سے بڑی منافقت کیا ہوگی کہ اللہ بھی موجود ہے، اس کی طاقت بھی موجود ہے، ہمارا ایمان بھی موجود ہے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہم اگر حق کی حمایت کریں گے، اگر مظلوموں کا ساتھ دیں گے تو یہ کافر جو ایک بہت بڑی طاقت ہے یہ ہمیں تباہ کر دے گا۔ اللہ تو پتہ نہیں کہ آئے گا کہ نہیں آئے گا، پہنچے گا کہ نہیں، اللہ پتہ نہیں کہیں ہے کہ نہیں ہے۔ تو اتنی بڑی طاقت جس نے سارے افغانستان کو تہس نہس کر دیا وہ ابھی تک افغانستان میں کس سے ڈر رہی ہے جب انہوں نے پورا افغانستان فتح کر لیا تو پھر کس سے ڈر رہے ہیں، پھر کیوں مارے جا رہے ہیں۔ پھر کس سے لڑ رہے ہیں؟ وہ چند بھوکے، مفلس لیکن ایمان کے پکے لوگ ان سے مارے نہیں جا سکے وہ ابھی تک لڑ رہے ہیں، وہ لڑتے رہیں گے انشاء اللہ العزیز اور یہ جنگ پھیلے گی اور جو منافقین اس سے بھاگ رہے ہیں وہ بھی اس کے گھیرے میں، اس کی لپیٹ میں آئیں گے۔ یہ تو پھیلے گی، بڑھے گی، پورے برصغیر میں جائے گی، غزوۃ الہند برپا ہوگا۔ کامیاب وہی ہوں گے وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ جنہیں اللہ پر بھروسا ہوگا، جنہیں اللہ پر یقین ہوگا، اللہ پر اعتماد ہوگا۔ اس لئے کہ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ "حَكِيمٌ" اللہ غالب بھی ہے اور وہ حکیم بھی ہے۔ اور اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ حالات کو وہ کس طرح پروان چڑھاتا ہے، وہ قادرِ مطلق ہے، ایک بیج سے ایک پودا نکلتا ہے پھر زمین پر پھیلا دیتا ہے، دوسرے بیج سے ایک پودا نکلتا ہے پھر تناور درخت بنا دیتا ہے۔ ایک بیج سے ایک پودا نکلتا ہے وہ خاردار جھاڑی بنتی ہے۔ کبھی اس پر پھول کھلا دیتا ہے، کبھی اس کے ساتھ پھل لگا دیتا ہے وہ قادر ہے کہ کس چیز کو کس انداز سے اس کی تربیت کرکے آگے لے جانا ہے یہ منصوبہ بندی بھی وہ خود ہی کر رہا ہے کہ اتنا بارود پھونکنے کے بعد، اتنے بم برسانے کے بعد یہ پہلی دفعہ، میں نے کم از کم یہ اصطلاح پہلی دفعہ سنی کہ افغانستان میں کارپٹ بمنگ کی گئی۔ یعنی اس طرح بم گرائے گئے جس طرح چٹائی بچھا دی جاتی ہے یا قالین، زمین کا کوئی ایک انچ بم سے خالی نہ رہے۔ لیکن جنہیں اس نے رکھا ہے وہ زندہ و سلامت ہیں، ان میں ہمت بھی ہے، قوت بھی ہے اور ابھی تک لڑ بھی رہے ہیں اور مغربی ممالک نے بھاگنا شروع کر دیا ہے۔ جرمنی نے اپنے فوجی واپس بلا لئے کہ میرے بندے مفت میں مارے گئے۔ فرانس نے اپنے بندے واپس بلا لئے کہ میرے فوجی مفت میں مروا دیئے۔ ابھی تک امریکہ کے بھی مر رہے ہیں، برطانیہ کے بھی مر رہے ہیں۔ روزانہ امریکہ اور برطانیہ کو پھر بمباری کرنے کی کیا ضرورت ہے اگر انہوں نے افغانستان فتح کر لیا تھا تو؟ اس کا مطلب ہے کہ وہ فتح نہیں کر سکے۔ ان کا کنٹرول تو ایک کابل شہر پر بھی مکمل نہیں۔ اور ابھی کہاں ابھی تو یہ پھر سے پلٹے گی، اس کا ردِ عمل آئیگا انشاء اللہ۔ تو اس سارے کا حاصل یہ ہے کہ اسلام اللہ اور اللہ کے رسول پر اعتماد کا نام ہے، بھروسے کا نام ہے اور جب تک اعتماد اور یقین قائم نہ ہو اطاعت کی توفیق ارزاں نہیں ہوتی۔ رسم مسلمانی رہ جاتی ہے، اس میں وہ قوتِ اسلام باقی نہیں رہتی۔ دعا ہے کہ اللہ کریم ہمیں اپنی ذات سے اتنی آشنائی دے دے کہ ہم اس پر بھروسا کر سکیں۔

[illegible]